تذکرۂ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم



مؤلف

مفتی محمد صادق حسین قاسمی

ڈائرکٹر القلم فاؤنڈیشن

تحقیق، تصنیف، تبلیغ واشاعت کا مرکز

القلم فاؤنڈیشن کریم نگر، انڈیا

AL QALAM FOUNDATION

KARIMNAGAR, INDIA

9700244072, 9704707491

تذکرہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مولف

مفتی محمد صادق حسین قاسمی

ناشر

القلم فاؤنڈیشن کریم نگر

تفصیلات

نام کتاب:ــــــــــــ تذکرۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تالیف:ــــــــــــ مفتی محمد صادق حسین قاسمی

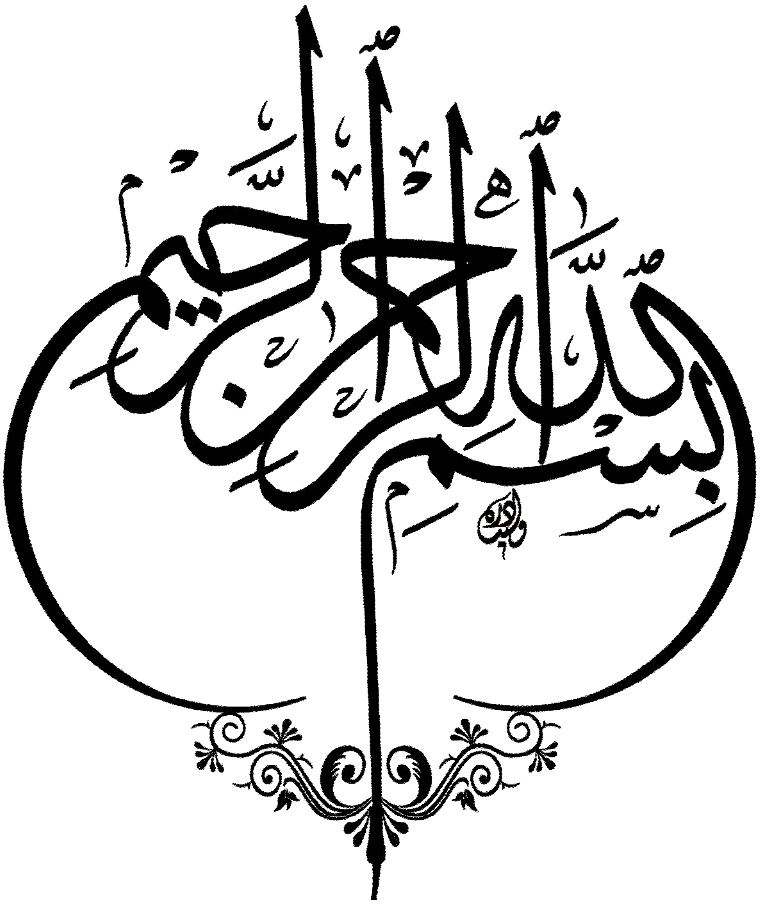
سن اشاعت:ــــــــــــ ربیع الاول ۱۴۴۴ھ، اکٹوبر 2022ء

صفحات:ــــــــــــ 135

ناشر:ــــــــــــ القلم فاؤنڈیشن کریم نگر

رابطہ: ــــــــــــ 9704707491

9700244072


بسم الله الرحمن الرحيم

سیرت پاکؐ کی عظمت

از: مولانا عبدالماجد دریا بادیؒ

تیرے منہ سے نکلے ہوئے بول ایک ایک کر کے جمع کئے جائیں گے، اور اس شغف واہتمام، تحقیق واستناد کے ساتھ جمع کئے جائیں گے کہ اُن کی نظیر دنیا کی کوئی تاریخ ،کوئی تذکرہ،کوئی ملفوظ، کوئی سوانح عمری نہ پیش کر سکے گی۔ تیری عظمت اور تیری تاریخ کی اس تفصیل وجامعیت کے ساتھ دنیا کے حافظہ میں محفوظ رکھی جائے گی، جس کی مثال نہ کسی بادشاہ کشورکشا کی سیرت میں ملے گی، نہ کسی نبی وولی کے تذکرہ میں ،تیرے اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، بولنے ہنسنے،سونے جاگنے،کھانے پینے،سب کا ایک ایک جزیہ محفوظ رکھا جائے گا۔ کروڑہا کروڑ اور اربہاارب بندے اپنی نجات تیرے ہی نقش قدم پر چلنے میں سمجھیں گے، بیسیوں اور سیکڑوں کتابیں تیرے ملفوظات اور تیرے معمولات پر تالیف کی جائیں گی، اور ہزار ہا ہزار ان کی شرحیں تیار ہوں گی اور خود تیری ذات تو بڑی چیز ہے جنھوں نے تیرے دیکھنے والوں کو دیکھا انھیں بھی زندہ رکھا جائے گا، انھیں بھی ممتاز وسر بلند کیا جائے گا، ان کی سیرتیں بھی تاریخ کے نگارخانہ میں من وعن محفوظ رکھیں جائیں گی۔ (ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ۳۳)

اجمالی فہرست

حرفِ آغاز

میری قسمت سے الٰہی پائے یہ رنگ قبول

کسی لکھنے والے کی سعادت وخوش قسمتی ہوتی ہے کہ اس کے قلم سے سرور کائنات، محسن ِ انسانیت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ پر کچھ موتی پیش کرنے اورحیاتِ طیبہ کے لازوال وبے مثال موضوع پر خامہ فرسائی کرکے اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کرنے کا موقع مل جائے، جب کہ سیرت پاک کے قلم کار و سیرت نگار کو اس بات کا احساس ضرور رہتا ہے کہ یہ عظیم الشان موضوع ایک بحرِ بے کراں ہے، چند اوراق وصفحات یا چند جلدیں اور کتابیں اس موضوع کا حق ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ لکھنے والے لکھتے رہیں گے اور سیرتِ پاک سے لعل وگوہر نکال کر پیش کرتے رہیں گے، تعریف وتوصیف، محبت وعقیدت کے نذرانے پیش کرتے رہیں گے اور سعادتِ دارین حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ سیرت پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سدا بہار عنوان ہے، اور یہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لکھنے والے شروع سے لکھ رہے ہیں اور آخر تک لکھتے رہیں گے اور اپنے دامن کو سعادتوں سے بھرتے رہیں گے۔

سیرتِ پاک کے تاریخی اعجاز وکمال کو بیان کرتے ہوئے مفتی حبیب الرحمن خیرآبادی مدظلہ (صدر مفتی دارالعلوم دیوبند) رقم طراز ہیں کہ:

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت ،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال،اور آپ کی ذات مبارک سے تعلق رکھنے والی تمام چیزیں اس طور پر اسلام نے محفوظ کر رکھی ہیں کہ دنیا میں کوئی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی ۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت جس امتیازی شان کے ساتھ محفوظ ہے،اس کے ساتھ ساتھ آپ کی صفاتِ طیبہ اور احوال مبارکہ،اقوال وافعال اور آپ کی پاکیزہ زندگی سے متعلق روایت کرنے والے اور تدوین کا فریضہ انجام دینے والے جن کو''راویانِ حدیث یا محدثین اور اربابِ سیرت'' کہتے ہیں،جن میں صحابہ کرامؓ ،تابعین وتبع تابعین اور بعد کے چوتھی صدی ہجری تک حضرات داخل ہیں ۔ان کی سیرت وسوانح اور تفصیلی حالات بھی محفوظ ہیں ،ان کے مجموعہ کو''اسماء الرجال'' کہتے ہیں ۔چناں چہ ڈاکٹر اسپرنگ جرمنی نے لکھا ہے کہ''کوئی قوم دنیا میں ایسی نہیں گذری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہوجس کی بہ دولت آج پانچ لاکھ راویوں کے حالات معلوم کئے جاسکتے ہیں۔''(مثالی سیرت:۲۱)

بڑے بڑے مصنفین نے سیرت پاک کے موضوع کو اپنی بحث وتحقیق کا موضوع بنایا اور

بیش قیمت علمی سرمایہ کتابوں کی شکل میں چھوڑ گئے، جن سے آج امت فیض یاب ہورہی ہے اورسیرتِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی حاصل کررہی ہے، ایسے ہی مصنفین میں علامہ شبلی نعمانیؒ بھی ہیں، جن کی ''سیرت النبی'' کوغیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی، علامہ شبلی نعمانیؒ کی سیرت نگاری کے ذوق وشق کو بیان کرتے ہوئے علامہ سلیمان ندویؒ نے لکھا ہے کہ:

''استاذ محترم کوحضورانور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک سے بڑی شیفتگی تھی، اس کا اثر یہ تھا کہ اس نامِ نامی کے ساتھ ان کی عقیدت کی کوئی حد وپایاں نہ تھی۔۔۔اردو میں جب نام وران اسلام کا سلسلہ چھیڑا تو بار باران کے اور دوسروں کے دل میں یہ خیال آیا کہ ان نام وروں سے پہلے سب سے اول نام ورکا نام آنا چاہیے، جس کی نام وری نے ان سب کو نام ور بنایا ہے، اس لئے الفاروق والغزالی کے بعد ۲۸ ربیع الاول ۱۳۲۱ ھ مطابق ۵ جون ۱۹۰۳ء کو انہوں نے حیدرآباد کے قیام کے زمانہ میں اس کام کا آغاز کیا۔۔۔(علامہ شبلیؒ ایک خط میں لکھتے ہیں)''میں نے سرورکائنات علیہ الصلوۃ والسلام کی سوانح عمری لکھنی شروع کی ہے، جوسعادتِ دارین کا ذریعہ ہے۔علامہ شبلیؒ نے اس عظیم خدمت کی سعادت حاصل ہونے پر یہ یادگار قطعہ بھی کہا:

عجم کی مدح کی عباسیوں کی داستاں لکھی — مجھے چندے مقیم آستانِ غیر ہونا تھا
مگر اب لکھ رہا ہوں سیرت پیغمبر خاتمؐ — خدا کا شکر ہے یوں خاتمہ بالخیر ہونا تھا

(حیاتِ شبلی:۸۳۵)

بہر حال بڑے سے بڑے مصنف کے لئے یہی سرمایہ سعادت وتوشہ آخرت ہے کہ سیرت پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لازوال وبے مثال موضوع پر اس کے قلم سے خوشبو پھیلے، اور ایک معمولی وادنی قلم کار کی بھی کوشش وسعی ہوتی ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ سیرت ومبارک زندگی پر کچھ حروف ونقوش نکل کر جاوداں ہوجائیں اور ان کے غلاموں کی صف میں اور مدح سراؤں کی فہرست میں نام آجائے تاکہ یہی دولت شفاعت وبخشش کا سامان فراہم کر سکے۔

اپنی تمام تر بے بضاعتی، کم مائیگی کے احساس کے ساتھ سیرتِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لکھے ہوئے چند مضامین کا مجموعہ اولاً برقی شکل میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے، ان شاء اللہ پھر اس کو زیورِ طباعت سے بھی آراستہ کیا جائے گا، یہ معمولی کوشش قبول ہوجائے تو یقینا بڑی خوش نصیبی ہوگی، جس وقت یہ مضامین لکھے گئے تھے اسی وقت کوشش کی گئی تھی کہ مدلل لکھے جائیں، اور الحمدللہ حوالوں کا اہتمام بھی کیا گیا۔ اب ان مضامین کو یکجا کیا گیا تو مزید ان پر ایک نظر پھر ڈالی گئی۔ یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ یہ چوں کہ مضامین کا مجموعہ ہے اس لئے بعض واقعات ایک سے دو مرتبہ آگئے ہیں، عنوان کی مناسبت سے ان واقعات کو باقی رکھا گیا، جس سے تکرار محسوس ہوگی لیکن یہ تکرار موضوع کی مناسبت سے مفید بھی ہوگی، اسی طرح اس میں آخری مضمون "اک پل کے لئے توہینِ نبی دنیا میں کہیں منظور نہیں" چند سال قبل گستاخِ رسول

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واقعہ کے پسِ منظر میں لکھا گیا تھا، اس وقت کے حالات کے لحاظ سے جو کوشش کی گئی اس میں وہ بھی مرقوم ہے۔

سیرت پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان گنت کتابوں، بے شمار مضامین ومقالات اور تحقیقات کے درمیان یہ ایک چھوٹا مجموعہ ہے لیکن اس کی نسبت چوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہے اس لئے اس کی قدر ومنزلت ضرور ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب ہر تحریر اپنی جگہ اہمیت وعظمت رکھتی ہے۔

مولانا عامر عثمانیؒ کی دل سوز وفکر انگیز نعت کے ایک قطعہ کے ساتھ یہ کتاب پیش ہے:

حضور! پھر بھی یہ اشعار پیش خدمت ہیں اگر چہ ہدیۂ ناچیز، کم عیار سہی
برائے نام سی نسبت تو تم سے باقی ہے ہزار دامنِ ایمان تار تار سہی

تمہارا نام ہے تسکین روح جاں اب بھی
تمہاری یاد سے ہوتا ہے دل جواں اب بھی

اللہ تعالی اس کوشش وکاوش کو قبول فرمائے اور سعادتِ دارین کا ذریعہ بنائے اور ساتھ دینے والے احباب کو جزائے خیر عطا کرے، بالخصوص خواہر زادہ مفتی محمد شاداب تقی قاسمی کو جنہوں نے تصحیح وسرورق کی تزئین کا کام انجام دیا۔ آمین

اتنے درود آپؐ پر جتنی خدا کی رحمتیں
اتنے سلام آپؐ پر جن کا نہ ہو سکے شمار

امیدوارِ شفاعت سید المرسلینؐ

محمد صادق حسین قاسمی

(مدیر ماہ نامہ الاصلاح)

(ڈائرکٹر القلم فاؤنڈیشن کریم نگر)

۲۸ صفر المظفر ۱۴۴۴ھ ۲۶ ستمبر ۲۰۲۲ء بروز پیر

حیاتِ طیبہ
پر ایک نظر

ولادت باسعادت:

20/اپریل 571ء، پیر کے دن ربیع الاول کے مہینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ مشہور تاریخ 12 ربیع الاول ہے، محققین کے نزدیک یہ ربیع الاول کی 9 تاریخ تھی۔(سیرت النبی: 1/109 از علامہ شبلیؒ، الرحیق المختوم: 83)

نامِ مبارک:

دادا نے آپ کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رکھا اور والدہ ماجدہ نے ''احمد'' رکھا، جب آپ بڑے ہوئے تو صاحبزادے کی نسبت سے ''ابوالقاسم'' کنیت اختیار فرمائی۔(پیامِ سیرت: 43) اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے مبارک نام ہیں۔

والدین محترمین کے اسمائے گرامی:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدِ ماجد کا نام نامی اسمِ گرامی حضرت عبداللہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بطن

مادر میں تھے اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدِ ماجد نے وفات پائی۔والدہ ماجدہ کا نام حضرت سیدہ آمنہ ہے۔والدہ محترمہ کی وفات ''مقامِ ابواء'' پر ہوئی ، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک صرف چھ سال تھی۔(سیرتِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:12)

دادا، دادی اور نانا، نانی کے اسمائے گرامی:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا کا نام عبد المطلب ،(عبد المطلب کا اصل نام شیبۃ الحمد تھا۔(سیرت المصطفٰی:1/32)دادی کا نام فاطمہ تھا،اور نانا کا نام وہب، نانی کا نام برّہ تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ کے بھائی :

(1) عباس رضی اللہ عنہ (2) حمزہ رضی اللہ عنہ (3) ابولہب (4) ابو طالب (5) زبیر (6) حارث (7) جَحل (8) المقوِم (9) ضرار (10) قُثَم۔ان میں سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے ، ابو طالب آپ کے بہت محسن اور محبوب چچا تھے،اور ابولہب اسی قدر بدترین دشمن۔(پیامِ سیرت:43،مختصر سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:60)الغیداق جن کا نام مصعب تھا یہ بھی حضرت عبداللہ کے بھائی تھے۔(طبقات ابن سعد:1/113)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپیاں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چھ پھوپیاں تھیں : (1) ام حکیم (2) عاتکہ (3) برّہ (4) امیمہ (5)

اروی (6) صفیہ۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ہشام:1/127)ان میں سے حضرت صفیہ نے اسلام قبول کیا اور اروی کے بارے میں بھی کہا گیا کہ اسلام قبول کیا۔(زاد المعاد:1/102)

دودھ پلانے والی خواتین:

پیدائش کے بعد چند دن تو والدہ ماجدہ حضرت آمنہ نے دودھ پلایا،اس کے بعد ابولہب کی آزاد کردہ باندی حضرت ثوبیہؓ نے اور پھر اس کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے۔(تہذیب السیرۃ النبویۃ للنووی:31)حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے شوہر کا نام حارث بن عبد العزی تھا ،حضرت ثوبیہ اور حضرت حلیمہ سعدیہؓ آپ پر ایمان لائے،حارث بن عبدالعزی نے بھی اسلام قبول کیا۔(پیامِ سیرت:44)

رضاعی بھائی بہن:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی چار بھائی بہن تھے جن کے نام یہ ہیں:عبد اللہ،انیسہ ،حذیفہ اور حذافہ جو شیماء کے قلب سے مشہور تھیں،ان میں عبد اللہ اور شیماء کا اسلام لانا معلوم ہے باقی دوسرے کا معلوم نہیں۔(سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:1/111)

ازواجِ مطہراتؓ:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گیارہ ازواج مطہرات ہیں جن کے نام بالترتیب یہ ہیں:(1)حضرت

خدیجہ الکبریٰؓ ۔(2) حضرت سودہؓ (3) حضرت عائشہؓ ۔(4) حضرت حفصہؓ ۔(5) حضرت زینب بنت خزیمہؓ ۔(6) حضرت ام سلمہؓ ۔(7) حضرت زینب بنت جحشؓ ۔(8) حضرت جویریہؓ ۔(9) حضرت ام حبیبہؓ ۔(10) حضرت صفیہؓ ۔(11) حضرت میمونہؓ ۔

صاحبزادے اور صاحبزادیاں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے ہوئے، صاحبزادوں کے نام یہ ہیں:

(1) حضرت قاسم (2) حضرت عبداللہ (3) حضرت ابراہیم

صاحبزادیوں کے نام یہ ہیں:

(1) حضرت زینب: ان کا نکاح حضرت ابوالعاصؓ سے ہوا۔ (2) حضرت رقیہؓ: ان کا نکاح حضرت عثمان غنیؓ سے ہوا۔(3) حضرت ام کلثومؓ: حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حضرت عثمانؓ کے نکاح میں دیا، اسی لئے حضرت عثمانؓ ذی النورین سے ملقب ہوئے۔(4) حضرت فاطمہؓ الزہرا: آپ کا نکاح حضرت علیؓ مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے ہوا ، اور آپ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل چلی۔ تینوں صاحبزادے بچپن میں ہی فوت ہو گئے، حضرت ابراہیم کے سوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے بطن سے ہیں، حضرت ابراہیم آپ کی باندی حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے۔(پیامِ سیرت:69)

نواسے اور نواسیاں:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی صاحبزادی حضرت زینب ؓ کی دو اولادیں ایک لڑکا ایک لڑکی تھیں: (1) اُمامہ بنت ابوالعاص۔ (2) علی بن ابوالعاص۔ ''علی'' کا انتقال بچپن میں ہی ہوگیا۔ اور امامہ ؓ بڑی عمر کو پہنچی۔

دوسری صاحبزادی حضرت رقیہ ؓ سے ایک لڑکا ہوا: عبداللہ بن عثمان غنی ؓ۔ چھ سال کی عمر میں انتقال ہوگیا۔

چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہ ؓ کی پانچ اولادیں ہیں 1 (حسن ؓ بن علی ؓ۔ (2) حسین بن علی ؓ (3) محسن بن علی ؓ۔ (4) ام کلثوم بنت علی ؓ۔ (5) زینب ؓ بنت علی ؓ۔ محسن ؓ کا بچپن میں انتقال ہوگیا باقی چار تاریخ میں مشہور ہیں۔ (سیرت النبی: 2/ 249)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیزات:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چار کنیزات (باندیاں رہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آمد کے ساتھ اس سلسلہ غلامی کو بھی آہستہ آہستہ ختم فرمایا) (1) ماریہ قبطیہ ؓ۔ جن سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔ (2) ریحانہ ؓ۔ (3) ایک باندی جو قید ہو کر آئی۔ (4) اور ایک باندی جسے حضرت زینب بنت جحش نے ہبہ کیا۔ (زادالمعاد: 1/ 111)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدمت گزار:

(1) حضرت انس بن مالک ؓ جو مختلف ضروریات میں آپ کی خدمت پر مامور تھے۔ (2)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جو نعلین اور مسواک کی خدمت پر مامور تھے۔(3) حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ جو سفر کی خدمت میں رہتے۔(4) اسلع بن شریک جو سواری کے نظم میں رہتے۔اس کے علاوہ بھی بعض صحابہ کرام تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمہ وقت خدمت کے لئے حاضر رہا کرتے تھے۔(زادالمعاد:1/ 113)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواریاں:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تین اونٹنیاں تھیں جن کے نام یہ ہیں:(1) **العَضبَاء**(2) **الجَدْعاء** (3) **القَصوا**ء۔تین قسم کے اونٹ تھے:(1) **السکُب**(2) **سَبحَة**۔(3) **المُرْتَجِزُ**۔اور تین قسم کے گھوڑے تھے:(1) **لَزَازْ**۔(2) **الظَرِب** ۔(3) **اللُحَيف**۔ایک خچر بھی تھا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار ہوا کرتے تھے جس کا نام ''**دُلدُل**'' تھا۔(الفصول فی سیرۃ الرسول لابن کثیر:257 بیروت)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لباس مبارک:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کپڑوں میں سفید رنگ کو زیادہ پسند فرمایا کرتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبہ اور فروج جو کہ قبا کی طرح ہوتا ہے،زیبِ تن فرمایا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تہبند،چادر بھی استعمال فرمائی،یمنی چادر اور عمانی ازار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمامہ باندھتے تھے اور عادتِ شریفہ یہ تھی کہ بغیر عمامہ کے ٹوپی بھی پہنتے،ایسے ہی بغیر ٹوپی کے صرف عمامہ بھی باندھتے

اورٹوپی عمامہ ایک ساتھ بھی پہنتے، فتحِ مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیاہ رنگ کا عمامہ باندھا تھا۔ پاجامہ بھی آپ نے خریدا اور ایک روایت میں پاجامہ پہننا بھی مذکور ہے۔(ملخص از: زاد المعاد: 1/ 130 بیروت، سیرتِ پاک: 58)

آغازِ وحی:

چالیس کی عمر مبارک میں نبوت سے سرفراز کئے گئے اور وحی کا آغاز ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غارِ حرا میں تھے رمضان کے مہینہ میں حضرت جبرئیلؑ آئے اور قرآن کریم کے سورۃ علق کی ابتدائی پانچ آیتیں نازل ہوئیں۔(الفصول فی سیرۃ الرسول: 95)

شعبِ ابی طالب میں:

جب اسلام پھیلنے لگا تو مشرکین مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان کا بائیکاٹ کیا، اور تمام معاشرتی تعلقات ختم کردیئے، محرم 7 نبوی میں تقریباً تین سال تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بنو عبد المطلب ''شعب ابی طالب'' کی گھاٹی میں محصور رہے۔(رحمۃ للعالمین: 91، المواہب للدنیہ: 1/ 247 بیروت)

عام الحزن:

شعبِ ابی طالب سے نکلنے کے بعد 10 نبوی میں پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابوطالب کا انتقال ہوا، تین دن بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ کا بھی انتقال ہوگیا، یہ

دونوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مضبوط سہارا تھے ،باہر ابوطالب اور اندر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑی تقویت حاصل تھی ،ان دونوں کے انتقال کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بڑے مصائب آئے ،اسی لئے اس سال کو ''عام الحزن'' (غم کا سال) کہا جاتا ہے۔(المواہب اللدنیۃ:1/ 266،سیرت النبی للصلابی:1/ 642)

سفرطائف:

شوال 10ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف تشریف لے گئے،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کے آزادکردہ غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہرسردار کو اسلام کی دعوت دی لیکن کسی نے قبول نہیں کیا،آپ کے ساتھ نہایت تکلیف دہ سلوک کیا گیااور اوباشوں کو چھوڑ دیا گیا جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پتھر برسائے،جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زخمی ہوگئے ۔(طبقات ابن سعد:1/ 222)

سفرمعراج:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حیرت انگیز معجزہ سفرِمعراج 11 نبوی میں سفرِطائف سے واپسی کے بعد ہوا ،مشہور یہ ہے کہ رجب کی ستائیسویں شب کو یہ سفر پیش آیا،جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمان دنیا کا مشاہدہ فرمایا۔(سیرت المصطفیٰ:1/ 288)

ہجرتِ مدینہ:

27صفر13نبوی بروز جمعرات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کوساتھ لے کر غارِثور کی طرف نکلے ،تین دن یہاں پناہ لی،پھر یکم ربیع الاول بروز اتوار رات کو مدینہ کی طرف چل پڑے،8ربیع الاول کوقباء پہنچے،یہاں چودہ دن قیام فرمایا،یہاں سے مدینہ منورہ پہنچے۔(پیامِ سیرت:57)

صلح حدیبیہ:

مکہ معظّمہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ایک کنواں ہے،اس کوحدیبیہ کہتے ہیں،گاؤں بھی اسی کنویں کے نام سے مشہور ہوگیا۔چوں کہ معاہدۂ صلح یہیں لکھا گیا،اس لئے اس واقعہ کو''صلح حدیبیہ'' کہتے ہیں۔پیر کے دن یکم ذی القعدہ6ھ کورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بقصدِ عمرہ مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ کا قصد فرمایا۔تقریباً چودہ سومہاجرین اورانصار آپ کے ساتھ تھے۔تاریخِ اسلام میں یہ واقعہ نہایت اہم یعنی اسلام کی آئندہ کامیابیوں کا آغاز ہے،اوراسی بنا پر باوجوداس کے کہ وہ صرف ایک صلح کا معاہدہ تھااورصلح بھی بظاہر مغلوبانہ تھی تاہم خدانے قرآن مجید میں اس کو فتحِ مبین قرار دیا۔(سیرت النبی:1/ 255،سیرت المصطفیٰ:2/ 349)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج وعمرے:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے بعد چار عمرے کئے اورایک حج ادا کیا جو''حجۃ الوداع'' کے نام سے مشہور ہے۔(تہذیب سیرۃ النبوۃ:54،حجۃ الوداع وعمرات النبی:225)

غزوات:

تمام غزوات (جنگوں) کی تعداد جو ہجرت کے بعد ہوئے دس سال میں تقریبا 27 ہیں۔سات غزوات بڑے شمار کئے جاتے ہیں: (1) غزوہ بدر (2) غزوہ احد (3) غزوہ خندق (4) غزوہ خیبر (5) فتح مکہ (6) غزوہ حنین (7) غزوہ تبوک۔ایک غزوہ ''غزوہ احد'' میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زخمی ہوئے۔سرایا (چھوٹے لشکر) کی تعداد تقریبا 60 ہے۔(زادالمعاد لابن القیمؒ: 1/ 125) 17 رمضان 2ھ میں غزوہ بدر ہوا، غزوہ احد شوال 3ھ میں پیش آیا۔غزوہ خندق شوال 5ھ میں ہوا۔غزوہ خیبر محرم 7ھ میں ہوا۔غزوہ فتح مکہ رمضان 8ھ میں ہوا۔غزوہ حنین 6 شوال 8ھ میں ہوا۔غزوہ تبوک رجب 9ھ میں پیش آیا۔(تلخیص از سیرت المصطفیٰ)

وفات:

ہجرت کے گیارہویں سال 29 صفر سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علالت کا سلسلہ شروع ہوا، 12 ربیع الاول پیر کے دن، سہ پہر 63 سال کی عمر مبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے رحلت فرمائی ،تجہیز وتکفین منگل کے دن ہوئی ،حضرت علیؓ کی تلقین پر لوگوں نے تنہا تنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھی ،چہارشنبہ کو نصف شب میں تدفین عمل میں آئی۔(تہذیب السیرۃ النبوۃ للنووی:21، پیامِ سیرت:67)

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مقاصدِ بعثت

رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جس وقت دنیا میں مبعوث ہوئے اور نبوت سے سرفراز کئے گئے وہ دور دنیا کا نہایت عجیب اور تاریک ترین دور تھا، ظلم وستم، ناانصافی وحقوق تلفی، جبر وتشدد، خدافراموشی وتوحید بیزاری عام تھی، اخلاق وشرافت کا بحران تھا، اور انسان ایک دوسرے کے دشمن بن کر زندگی گزار رہے تھے، ہمدردی اور محبت کے جذبات، اخوت ومودت کے احساسات ختم ہوچکے تھے، معمولی باتوں پر لڑائی جھگڑا اور سالہا سال تک جنگ وجدال کا سلسلہ چلتا تھا، ایسے دور میں آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تشریف لائے، اور پھر قرآنی تعلیمات ونبوی ہدایات کے ذریعہ دنیا کو بدلا، عرب وعجم میں انقلاب برپا کیا، عدل وانصاف کو پروان چڑھایا، حقوق کی ادائیگی کے جذبوں کو ابھارا، احترامِ انسانیت کی تعلیم دی، قتل وغارت گری سے انسانوں کو روکا، عورتوں کومقام ومرتبہ عطا کیا، غلاموں کو عزت سے نوازا، یتیموں پر دستِ شفقت رکھا، ایثار وقربانی، خلوص ووفاداری کے مزاج کو پیدا کیا، احساناتِ خداوندی سے آگاہ کیا، مقصدِ حیات سے باخبر کیا، رب سے ٹوٹے ہوئے رشتوں کو جوڑا، جبینِ عبدیت کو خدا کے سامنے ٹیکنے کا سبق پڑھا

یا اور توحید کی تعلیمات سے دنیا کو ایک نئی صبح عطا کی ،تاریکیوں کے دور کا خاتمہ فرمایا،اسلام کی ضیا پاش کرنوں سے کائناتِ ارضی کو روشن و منور کر دیا ۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرد کی اصلاح کی ،معاشرہ کو سدھارا،اور انسانوں کی ایسی تربیت فرمائی چمکا یا کہ بجا طور پر کہا جا گیا کہ:

؎ جو نہ تھے خود راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

اور بقول الطاف حسین حالؔی

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا — اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا
مسِ خام کو جس نے کندن بنایا — کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل طاری — پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یقیناً انسانیت پر سب سے بڑا احسان یہ بھی ہے کہ آپ نے بھولی بھٹکی انسانیت کو پھر سے خدا کے در پر پہنچایا اور احساسِ بندگی کو تازہ فرمایا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حیرت انگیز کارنامہ صرف ۲۳ سالہ مختصر مدت میں انجام دیا ۔ ۲۳ سالہ دور میں آپ نے ساری انسانیت کی فلاح وصلاح اور کامیابی کا ایک ایسا نقشہ دنیا کے سامنے پیش کیا کہ اس کی روشنی میں ہر دور میں انقلاب برپا کیا جا سکتا ہے اور اصلاح و تربیت کا کام انجام دیا جا سکتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جن عظیم مقاصد دے کر دنیا میں بھیجا ،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مقاصد کو بروئے کار لا کر اپنی حیاتِ مبارکہ میں جدوجہد فرمائی وہ ہمارے لئے ایک رہنمایانہ اصول

ہیں۔قرآن کریم میں بنیادی طور پر چار مقاصدِ بعثت کو بیان کیا گیا ہے۔آیئے ایک مختصر روشنی ان مقاصدِ بعثت پر ڈالتے ہیں:

قرآن میں مقاصدِ بعثت کا تذکرہ:

قرآن کریم میں اللہ تعالی نے تین مقامات پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقاصدِ بعثت کو بیان فرمایا ہے، پہلا مقام وہ ہے جہاں حضرت ابراہیمؑ کی زبان سے اس کا ذکر ہوا، ابراہیمؑ کی یہ آرزو وتمنا تھی کہ نبی آخرالزمان سیدالرسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی کے خاندان اور نسل سے ہوں، چناں چہ اس کے لئے آپ نے جب بیت اللہ کی تعمیر فرمائی، یہ وقت چوں کہ بڑی اہمیت کا حامل تھا، اس کائنات میں خدا کا پہلا گھر انسانوں کے لئے، رب کی اطاعت وبندگی کے لئے تعمیر کیا گیا تھا، اس حساس اور اہم موقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے اور کریم پروردگار کی الطاف وعنایات کو سامنے رکھ کر آپ نے دعا کی:

رَبَّنَا وَٱبۡعَثۡ فِيهِمۡ رَسُولٗا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ وَٱلۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيهِمۡۖ إِنَّكَ أَنتَ ٱلۡعَزِيزُ ٱلۡحَكِيمُ۔(البقرۃ:۱۲۹)''ہمارے پروردگار! ان میں ایک ایسا رسول بھی بھیجنا جو انہی میں سے ہو، جو ان کے سامنے تیری آیتوں کی تلاوت کرے، انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے، اوران کو پاکیزہ بنائے، بیشک تیری اورصرف تیری ذات وہ ہے جس کا اقتدار بھی کامل ہے، جس کی حکمت بھی کامل۔'' جس نبی کی آپ نے تمنا کی تھی اس سے

مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔(تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۹۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ : میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا کا نتیجہ ہوں۔(مسند ابوداؤد طیالسی: ۱۲۲۴) حضرت ابراہیم نے کائنات کی سب سے عظیم ترین ہستی کو اپنے خاندان میں مانگ لیا، اور ہمیشہ کے لئے سعادت کو حاصل کرلیا۔

دوسری جگہ اللہ تعالی نے آپ کے بھیجے جانے کو احسان قرار دیتے ہوئے فرمایا: **لَقَدْ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا۟ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا۟ مِن قَبْلُ لَفِى ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ**۔(ال عمران: ۱۶۴)''حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مؤمنوں پر بڑا احسان کیا کہ ان کے درمیان میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اللہ تعالی کی آیتوں کی تلاوت کرے، انہیں پاک وصاف بنائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے، جبکہ یہ لوگ اس سے پہلے یقینا کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا تھے۔''

تیسری جگہ اللہ تعالی نے مقاصدِ بعثت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: **هُوَ ٱلَّذِى بَعَثَ فِى ٱلْأُمِّيِّۦنَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا۟ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا۟ مِن قَبْلُ لَفِى ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ**۔(الجمعۃ: ۲)''وہی ہے جس نے امی لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول کو بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتوں کی تلاوت کریں، اور ان کو پاکیزہ بنائیں، اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیں، جبکہ وہ اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔''

حضرت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ مقاصدِ بعثت کو مختصر لیکن جامع انداز میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ذرا سا غور کرنے پر نظر آ جائے گا کہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جملہ فرایض کمالِ ایجاز کے ساتھ چند فقروں میں آ گئے ہیں۔ ''یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِکَ'' رسول کا پہلا کام اپنی امت کے سامنے تلاوتِ آیات ہوتا ہے، یعنی اللہ کا کلام پہنچانا، گویا رسول کی پہلی حیثیت مبلغِ اعظم کی ہوتی ہے۔ ''یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ'' رسول کا کام محض تبلیغ و پیام رسانی پر ختم نہیں ہوجاتا، اس کا کام کتابِ الٰہی کی تبلیغ کے بعد اس کی تعلیم کا بھی ہے، اس تعلیم کے اندر کتاب کی شرح، ترجمانی، تعمیم میں تخصیص، تخصیص میں تعمیم سب کچھ آ گئی، اور یہیں سے ان کج فہموں کی بھی تردید ہوگئی جو رسول کا منصب (معاذ اللہ) صرف ڈاکیہ یا قاصد سمجھتے ہیں، گویا رسول کی دوسری حیثیت معلمِ اعظم کی ہوئی۔ ''وَ الۡحِکۡمَۃَ'' پھر رسول تعلیم محض کتاب ہی کی نہ دیں گے بلکہ حکمت و دانائی کی تلقین بھی امت کو کریں گے، احکام و مسائل، دین کے قاعدے اور آداب، عوام و خواص سب کو سکھائیں گے اور خواص کی رہنمائی اسرار و رموز میں بھی کریں گے، گویا رسول کی تیسری حیثیت مرشدِ اعظم کی ہوئی ۔ ''یُزَکِّیۡہِمۡ'' تزکیہ سے مراد دلوں کی صفائی ہے، رسول کا کام محض الفاظ اور

احکامِ ظاہری کی تشریح تک محدود نہیں رہے گا، بلکہ وہ اخلاق کی پاکیزگی اور نیتوں کے اخلاص کے بھی فرائض انجام دیں گے،گویا رسول کی یہ چوتھی حیثیت مصلحِ اعظم کی ہوئی۔(تفسیرِ ماجدی:۱/۲۵۱)

پہلا مقصد: تلاوتِ قرآن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت میں تلاوتِ قرآن کی عظمت و اہمیت کو عام فرمایا، اور اس کے فوائد و برکات سے آگاہ کیا، اور انسانوں کے ہاتھ میں خدا کا یہ عظیم کلام سونپا جس کی وجہ سے انسانیت قعرِ مذمت سے نکلی اور تلاوتِ قرآن کا ایسا ذوق ان کو عطا کیا کہ اس سے کسی لمحہ صحابہ کرامؓ کو سیری حاصل نہیں ہوتی تھی، اور خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب قرآن کریم کی تلاوت فرماتے کتنے ہی پتھر دل موم ہوجاتے اور کیسے کیسے سخت مزاج انسان نرم پڑ جاتے اور قرآن کی حقانیت وعظمت کا اقرار کئے بغیر نہیں رہتے اور بہت سے لوگ اسی قرآن کی سماعت سے دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

دنیا میں جو کچھ انقلاب نظر آ رہا ہے بلاشبہ یہ اس عظیم کتاب کی بدولت ہے جو صاحب کتاب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور امانت انسانوں تک پہنچایا اور اس کے تقاضوں کو عملی طور پر پورا کرکے دکھایا۔قرآن کا نزول عرب کی سرزمین پر ہوا لیکن وہ پوری دنیا کے لئے اور ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے معجزۂ نبوی بن کر آیا اور اس کی کرنیں سارے عالم میں پھیل گئیں اور

جہاں قرآن کا نور پہنچا وہاں اندھیریوں کا خاتمہ ہوا اور کفر وشرک نے دم توڑ دیا۔ حضرات صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں انقلابی اثرات اسی کلام نے پیدا کئے، اور وہ انسانوں کو رہبر اور رہنما بنیں بھی تو اسی قرآن کی تعلیمات پر عمل کرکے بنیں۔ قرآن نے ہر شعبۂ زندگی میں مثالی انقلاب برپا کیا۔ تلاوتِ قرآن کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو قرآن کریم پڑھنے میں اس قدر مستغرق ہو کہ اسے دعا مانگنے کا موقع نہ ملے تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ مانگنے والوں سے زیادہ ایسے بندے کو عطا کروں گا۔ (ترمذی:۲۸۶۹)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں مجتمع ہو کر تلاوت کرتی ہے تو ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور رحمت ڈھانپ لیتی ہے، ملائکہ رحمت ان کو گھیر لیتے ہیں اور حق تعالی اس کا ذکر ملائکہ کی مجلس میں فرماتے ہیں۔ (مسلم:۴۸۷۳)

حضرت انس سےؓ مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس گھر میں قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے اس میں فرشتے آتے اور شیاطین دور ہوجاتے ہیں، وہ اپنے اہل (صاحب خانہ افراد) کے لئے کشادہ ہوجاتا ہے اور اس میں بھلائی کی بہتات اور شر کی قلت ہوجاتی ہے ، اور جس گھر میں قرآن کی تلاوت نہ ہو اس میں شیاطین آجاتے ہیں، فرشتے نکل جاتے ہیں اور وہ گھر اپنے باسیوں پر تنگ ہوجاتا ہے، خیر کم اور شر بہت بڑھ جاتا ہے۔ (فضائل حفظ القرآن:۱۳۱)

دوسرا مقصد: تعلیمِ قرآن

قرآن کریم کو لفظاً پڑھنے اور تلاوت کرنے کے ساتھ اس کے معانی ومطالب انسانوں کو سمجھانا یہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم ذمہ داری رہی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الفاظِ قرآنی کے ساتھ معانیٔ قرآن بھی بتلائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرادِ خداوندی کو سمجھایا اور آیاتِ قرآنی کی تشریح کر کے امت کو اس کے مقصد سے آگاہ کیا کہ اللہ تعالی کیا چاہتا ہے۔ اس لئے صحابہ کرامؓ جہاں الفاظِ قرآنی کے یاد کرنے کا اہتمام کیا کرتے تھے وہیں معانی ومطالب کو بھی سمجھنے میں مصروف رہا کرتے تھے۔

قرآن مجید کو تلاوۃً پڑھنے کے ساتھ اس کے معانی اور مضامین میں تدبر کرنا، اس کے مفہوم میں غور وفکر کرنا، تفاسیر قرآن کی روشنی میں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریحات اور صحابہ کرام کے عمل سے قرآن مجید کے مقصود تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرنا بھی ضروری ہے، کیوں کہ جب تک مطلوب قرآن کو نہیں سمجھا جائے گا تو یقینی طور پر عمل آوری کا جذبہ بھی نہیں ابھرے گا، اور اللہ تعالی کیا فرما رہا ہے اس سے آگہی بھی حاصل نہیں ہوگی۔ اللہ تعالی نے نہایت چونکا دینے والے انداز میں کیا کہ: أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا۔ (محمد: ۲۴) یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔ اس لئے قرآن کریم کو سمجھنا اس کا حق ہے۔ قرآن مجید کی تعلیمات کے مطابق عمل کرنا بھی اہلِ ایمان کی ذمہ داری ہے۔ قرآن صرف پڑھ کر یا سمجھ کر رکھ دینے کی کتاب نہیں ہے بلکہ اس کے مطابق

زندگیوں کو بنانے اور سنوارنے کی ضرورت ہے۔

قرآن نے حلال وحرام اور جائز وناجائز کے لئے اصول بتائے، اور اس کی تشریح نبی کریم ﷺ نے فرمائی۔ قرآن کریم میں حکم دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ: وَهٰذَا كِتٰبٌ أَنزَلْنٰهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ۔ (الانعام: ۱۵۵) یعنی یہ (قرآن) مبارک کتاب جو ہم نے نازل کی اس کی اتباع کرو۔ اور ایک جگہ فرمایا کہ: اتَّبِعُوا مَآ أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُم۔ (الاعراف: ۳) یعنی جو کچھ تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف نازل کیا گیا اس کی اتباع کرو۔

تیسرا مقصد: تزکیہ نفس

نبی اکرم ﷺ کا تیسرا مقصد دنیا میں بھیجے جانے کا یہ ہے کہ آپ ﷺ انسانوں کے دلوں کو پاک صاف کریں، ان کے دلوں میں کفر وشرک کی جو گندگیاں اور اخلاق واعمال کی خرابیاں ہیں ان کو نکال باہر کریں، اور دلوں کو اس قابل بنائیں کہ وہ یادِ الٰہی کا مسکن اور محبتِ رسول ﷺ کا مرکز بن سکے۔ چناں چہ آپ ﷺ نے جہاں معاشرہ کی اجتماعی اصلاحی کوششیں کیں وہیں انفرادی طور پر بھی دلوں کی اصلاح کا اہتمام فرمایا۔ خدا کی حضوری کا احساس پیدا کیا، روزِ قیامت کی باز پرس کی فکر پیدا کی، اللہ تعالی کے حاضر وناظر ہونے کا خیال دلوں میں راسخ کروایا۔ یہی نتیجہ تھا کہ معمولی درجہ کا گناہ بھی سرزد ہو جاتا یا تنہائیوں میں کسی جرم کا ارتکاب کر لیتے تو فوری رسالت مآب ﷺ کے حضور حاضر ہو کر اس کی تلافی کروا لیتے

تا کہ آخرت کے سخت ترین عذاب سے حفاظت ہو جائے۔

انسانی معاشرہ کو آلائشوں اور گندگیوں سے عمومی طور پر بچانا ہو تو فرداً فرداً انسانوں کی اصلاح ضروری ہے، اور یہ ہر انسان کے دل کی اصلاح پر موقوف ہے؛ اسی لئے سب سے پہلے دل کو درست کرنا ضروری ہے کیوں کہ دل ہی تمام جسم کا سردار اور سارے اعضاء میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جسمِ انسانی میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے اگر وہ درست ہو تو سارا جسم صحیح ہوگا اور اگر وہ خراب ہو جائے تو جسم سارا فساد میں مبتلا ہو جائے گا، غور سے سنو! وہ دل ہے۔ (بخاری: حدیث نمبر؛ ۵۱)

اس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو اس بات کی تعلیم دی کہ ہمیں سب سے پہلے اپنے دل کو برائیوں سے پاک کرنا ضروری و لازم ہے تا کہ اچھی طرح قلب میں محسنات جا گزیں ہوں۔ جو چیزیں انسان کو ہلاک کرنے والی اور دین و دنیا میں نقصان کا باعث ہوتیں ہیں جیسے: حسد، کینہ، کذب، غیبت، بغض، عناد اور طمع و بخل ان تمام سے بہت اہتمام کے ساتھ بچنے کی تعلیم دی۔ دل کی اصلاح یقیناً سارے اعمال میں انقلابی روح پیدا کرنے والی ہے اسی لئے اس کی بڑی اہمیت اور تاکید بھی احادیث و آیات میں آئی ہیں۔

چوتھا مقصد: تعلیمِ حکمت

چوتھا کام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امت کو حکمت کی تعلیم دینا ہے۔ حکمت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی سنت ہے۔(تفسیر ابن کثیر: ۳/۲۵۱) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی میں انسانوں کے لئے ہر اعتبار سے اسوہ ونمونہ موجود ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام تر تعلیمات انسانیت کے لئے سعادت وکامیابی کی علامت ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ فرمایا اس پر عمل پیرا ہونے میں ہی فلاح دارین پوشیدہ ہے۔اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو سنت کی تعلیمات سے نوازا اور طریقۂ زندگی کے اصول وآداب بتلائے۔

اللہ تعالی نے اپنی محبت کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کو موقوف رکھا ہے۔چناں چہ ارشاد ہے :قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ۔(آل عمران:۳۱)(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے بھی محبت کرے گا اور تمہاری خاطر تمہارے گناہ معاف کردے گا۔مفسرین نے لکھا ہے کہ: اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی علامت یہ ہے کہ دونوں کی اطاعت کی جائے۔اور لکھا ہے کہ: نبی کریم سے محبت کی علامت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں سے محبت کرنا ہے ۔(تفسیر قرطبی :۵/ ۹۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: جو شخص میری سنت سے محبت رکھتا ہے درحقیقت وہی مجھ سے محبت رکھتا ہے ،اور جو مجھ سے محبت کرے گا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔(مشکوۃ :۱/ ۳۸۳)

آخری کی بات:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان چار بنیادی مقاصد کے تحت انسانیت کی تعمیر وترقی کا کام انجام دیا

اور ایک بگڑے ہوئے معاشرہ اور تباہی کے دہانے پر جا چکی دنیا کو سنوارا اور بہتر سے بہتر انداز میں ان کی تربیت فرمائی۔تلاوتِ قرآن کا شوق پیدا کیا،تعلیماتِ قرآنی پر عمل پیرا ہونے کا مزاج بنایا،دلوں میں موجود خرابیوں کی اصلاح ،نفرت وعداوت ،حسد وبغض ،اور بہت ساری بیماریوں سے نجات پانے کی فکر بیدار کی ،اور اتباع و پیروی ،اطاعت وفرماں برداری کا جذبہ کوٹ کوٹ کے دل وجان میں بھر دیا کہ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالی نے ان کو کامیاب وکامران فرمایا۔قیامت تک آنے والی انسانیت کے لئے یہ چار چیزیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں کہ اس کی روشنی میں خود کو سنوارنے اور معاشرہ کو سدھارنے کی کوشش کی جائے۔امت میں تلاوتِ قرآن کا مزاج پیدا کیا جائے جو برکتوں اور رحمتوں کا ذریعہ ہے،معانی قرآن کو سمجھتے ہوئے مطالباتِ قرآن کو پورا کرنے کی دعوت دی جائے جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

مردہ دلوں کو زندہ کرنے ،اور روح کی بیماریوں کا علاج کروانے کے لئے اہل اللہ سے رجوع ہونے اور اللہ کے نیک بندوں کی صحبت سے فائدہ اٹھانے کی تلقین بھی ضروری ہے،جس سے ذات کی بھی اصلاح ہوگی اور معاشرہ کی بھی۔اور سنتوں سے زندگیوں کو روشن کیا جائے ،گھر اور ماحول میں سنت کی تعلیمات کو عام کرنے کی کوشش ومحنت کو عام کیا جائے تاکہ مسلمان اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ وعمل کو انسانوں اور دنیا والوں کے سامنے اچھے انداز میں پیش کرسکیں۔

نامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فضائل و برکات

سرورِ کونین، فخرِ دوعالم سیدنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات والاصفات کو اللہ تعالیٰ نے خوبیوں اور کمالات کا پیکر بنا کر دنیا میں بھیجا۔ جو چیز بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی سے منسوب ہوگئی اس کی عظمتوں میں اضافہ ہوگیا اور اس کا مقام و مرتبہ بڑھ گیا۔ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نامِ مبارک کی برکتیں بھی بے شمار ہیں اور ان کی تاثیر اور اثرانگیزی بھی بے مثال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بہت سے نام ہیں لیکن دو نام ''محمد'' اور ''احمد'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذاتی اور باقی صفاتی کہلاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام نامی اسم گرامی زبان سے جاری کرنا اس کے لئے آداب و احترام کے کچھ تقاضے ہیں۔ کہنے والوں نے یہاں تک کہا ہے کہ:

ؔ ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب ہنوز تو نامِ گفتن کمال بے ادبیست

کہ ہزار بار بھی منہ کو مشک و گلاب سے دھویا جائے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نامِ مبارک لیا جائے تب بھی یہ ڈر اور خوف ہوتا ہے کہ کہیں نام لینے میں بے ادبی نہ ہوجائے، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام بہت اونچا اور اعلیٰ و ارفع ہے۔ ہماری زبان کی آلودگیاں اور منہ کی بے اعتدالیاں ہم

جانتے ہیں اسی لئے ان تمام کے ساتھ زبان پر نامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آنا یقیناً یہ ایک ذمہ داری والی بات ہے۔اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ اللہ تعالی نے نامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جہاں بلا کی تاثیر رکھی ہے وہیں حلاوت و چاشنی،شیرینی اور لطافت کا بے پناہ مزہ بھی رکھا ہے،محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام منہ سے اس وقت تک نکل نہیں سکتا جب تک کہ دونوں ہونٹ اظہارِ محبت وعقیدت میں مل نہ جائیں اور وارفتگی وشوق کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کو نہ لے۔کسی نے اسی کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا:

؎ زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا کہ میرے نطق نے بوسے لئے مری زباں کے لئے

الغرض نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اسمائے گرامی اپنی جگہ عظیم برکتوں اور خصوصیتوں والے ہیں اور اللہ تعالی نے ہر نام کی جدا تاثیر اور انقلاب انگیزی رکھی ہے،اس وقت ہم صرف نامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مختصر روشنی ڈالتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناموں کی تعداد:

علامہ قسطلانیؒ نے لکھا ہے کہ:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت نام اور القاب قرآن وحدیث میں آئے ہیں ،مختلف علماء نے الگ الگ تعداد بتائی ہے،بعض نے اللہ تعالی کے ناموں کے برابر ۹۹ نام بتائے ہیں اور بعض نے لکھا ہے کہ اگر قرآن وحدیث اور کتابوں

کو تلاش کیا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناموں کی کُل تعداد ۳۰۰ تک پہنچتی ہے۔(المواہب اللدنیہ:1 / 14 بیروت)

نامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ تسمیہ:

عبدالمطلب نے ولادت کے ساتویں روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عقیقہ کیا اور اس تقریب میں تمام قریش کو دعوت دی ،اور ''محمد'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام تجویز کیا۔قریش نے کہا کہ: اے ابو الحارث!(عبدالمطلب کی کنیت) آپ نے ایسا نام کیوں تجویز کیا جو آپ کے آباء واجداد اور آپ کی قوم میں سے اب تک کسی نے نہیں رکھا۔عبدالمطلب نے کہا کہ: میں نے یہ نام اس لئے رکھا کہ اللہ آسمان میں اور اللہ کی مخلوق میں اس مولود کی حمد و ثنا کرے۔(سیرت المصطفیٰ:1 / 61)اسی طرح اس عظیم الشان نام رکھنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ عبدالمطلب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے پہلے ایک خواب دیکھا جو اس نام رکھنے کا باعث ہوا وہ یہ ہے کہ عبد المطلب کی پشت سے ایک زنجیر ظاہر ہوئی جس کی ایک جانب آسمان میں ایک جانب زمین میں اور ایک جانب مشرق میں اور ایک جانب مغرب میں ہے۔کچھ دیر کے بعد وہ زنجیر درخت بن گئی جس کے ہر پتہ پر ایسا نور ہے کہ جو آفتاب کے نور سے ستر درجہ زائد ہے۔مشرق اور مغرب کے لوگ اس کی شاخوں سے لپٹے ہوئے ہیں،قریش میں سے بھی کچھ لوگ اس کی شاخوں کو پکڑے ہوئے ہیں اور قریش میں سے کچھ لوگ اس کے کاٹنے کا ارادہ کرتے ہیں ۔یہ لوگ جب

اس ارادے سے اس درخت کے قریب آنا چاہتے ہیں تو ایک نہایت حسین وجمیل جوان ان کو آکر ہٹا دیتا ہے۔معبرین نے عبدالمطلب کے اس خواب کی یہ تعبیر دی کہ تمہاری نسل سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا کہ مشرق ومغرب تک لوگ اس کی اتباع کریں گے اور آسمان وزمین والے اس کی حمد اور ثنا کریں گے،اس وجہ سے عبدالمطلب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام محمد رکھا۔(الروض الانف فی السیرۃ النبویۃ:1/280 بیروت)

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معنی:

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معنی ہے کہ جن کی تعریف کی جاتی ہے ان میں سب سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کی گئی۔اور احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معنی ہے کہ جو اللہ کی تعریف کرنے والے ہیں ان میں سب سے زیادہ تعریف کرنے والے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔(سیرت حلبیہ:1/262)آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی ''احمد'' حمد کے معنی میں مبالغہ کا صیغہ ہے اور ''محمد'' بھی کثرتِ حمد سے مبالغہ کا صیغہ ہے اس اعتبار سے آپ کی ذات ہر اس آدمی سے زیادہ شان رکھتی ہے جس نے اللہ کی حمد ادا کی اور ہر اس شخص سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے جس کی تعریف کی گئی۔(اسماء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:15)

قرآن کریم میں نامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استعمال:

قرآن کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار جگہوں پر آیا ہے۔وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ

قَدۡ خَلَتۡ مِن قَبۡلِهِ ٱلرُّسُلُۚ۔(ال عمران: 144)''اور محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) ایک رسول ہی تو ہیں؛ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔'' مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (الاحزاب: 40)''(مسلمانو!) محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں، اور تمام نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں۔''وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ وَءَامَنُواْ بِمَا نُزِّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ محمد: 2)۔''اور جو لوگ ایمان لے آئے ہیں، اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں، اور ہر بات کو دل سے مانا جو محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) پر نازل کی گئی ہے۔'' مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّـهِۚ۔''(الفتح: 29)''محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔''

نامِ محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فضائل:

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے: من ولد مولود فسماه محمدا تبر كابه كان هو و مولود فی الجنة۔(فضائل التسمیۃ باحمد و محمد: حدیث 29) جس شخص کو کوئی بچہ پیدا ہو اور اس نے اس کا نام محمد رکھا تا کہ (نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے نام کے ذریعہ برکت حاصل کرے تو وہ باپ اور اس کا بچہ جنت میں جائیں گے۔

حضرت ملا علی قاریؒ نے ''شرح شفاء'' میں ایک طویل حدیث نقل فرمائی ہے جس کے آخر میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم یوں ارشاد فرماتے ہیں ''الحمدلله الذی فضلنی علی جمیع

النبیین حتی فی اسمی و صفتی ''یعنی تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے مجھے جملہ انبیاء پر فضیلت بخشی، حتی کہ میرے نام اور صفت میں''۔اس کے متعلق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمِ مبارک پر نام رکھنا مبارک و نافع اور دنیا و آخرت میں حفاظت و نجات کا باعث ہے۔(مدارج النبوۃ:1/ 180)

امام ابونعیمؒ نے ''حلیہ الاولیاء'' میں حضرت نبیظ بن شریط سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قال اللہ تعالی و عزتی و جلالی لا اعذب احدا تسمی باسمک فی النار ''یعنی اللہ تعالی نے فرمایا کہ مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم! جس کا نام تمہارے نام پر ہوگا اسے دوزخ کا عذاب نہ دوں گا۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ: ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن دو آدمی بارگاہِ خداوندی مین پیش ہوں گے، حکم ہوگا کہ انہیں جنت میں لے جاؤ، یہ حکم سن کر انہیں تعجب ہوگا اور حق تعالی سے عرض کریں گے: یا الہ العالمین! ہم نے تو کوئی نیک عمل نہیں کیا، پھر بھی جنت میں کیوں بھیجے جا رہے ہیں؟ اللہ تعالی کا ارشاد ہوگا: تم جنت میں جاؤ، میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ جس شخص کا نام بھی محمد یا احمد ہوگا اس کو جہنم میں داخل نہیں کروں گا۔(مدارج النبوۃ:1/ 181)اس حدیث کو امام قسطلانیؒ نے بھی ''مواہب اللدنیہ'' میں حضرت انس بن مالکؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ایک حدیث میں ہے: ''استحی ان

عذب بالنار من اسمہ اسم حبیبی ''یعنی اللہ شرم فرماتا ہے اس بات سے کہ اسے عذاب دے جس کا نام میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر ہو۔ حضرت امام ابو یوسف بن اسماعیل نبھانیؒ نے لکھا ہے کہ: سرکارِ دو عالم نے فرمایا جس شخص کا نام محمد ہے قیامت کے روز اسے لایا جائے گا ،اللہ اس سے فرمائے گا کہ تجھے گناہ کرتے ہوئے شرم نہ آئی؟ حالاں کہ تو نے میرے حبیب کا نام رکھا ہے، لیکن مجھے شرم آتی ہے کہ میں تجھے عذاب دوں، جب کہ تو نے میرے حبیب کا نام اختیار کیا ہے ،جاؤ جنت میں داخل ہوجاؤ۔ قاضی عیاض ''کتاب الشفاء'' میں فرماتے ہیں: ''**ان اللہ تعالی و ملائکتہ یستغفرون لمن اسمہ محمد و احمد**'' یعنی اللہ تعالی اور اس کے فرشتے بخشش ورحمت کرتے ہیں اس پر جس کا نام محمد یا احمد ہو۔ (خصوصیاتِ مصطفی: 1/ 455)

نامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکتیں:

اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام اقدس پر اگر کسی نے اپنا رکھا تو یہ اس کے لئے صرف یومِ آخرت ہی نہیں بلکہ اس دنیا میں بھی باعثِ خیر و برکت ہوگا اور وہ شخص جس گھر میں بھی یا کسی محفل میں ہو یا کسی جگہ ہو ان تمام صورتوں میں رب کریم محض اپنے فضل وکرم سے اس جگہ بیش بہا نعمتوں ، برکتوں اور رحمتوں کی بارش فرمائے گا۔ چناں چہ ابن سعدؒ نے ایک حدیث مرفوعاً روایت کی ہے کہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اگر تم میں سے کسی کے گھر میں ایک یا دو یا تین ''محمد''

نام والے ہوں تو کیا حرج ہے، تمہارا گھر میں تو بہت برکت ہوگی۔ امام مالکؒ سے روایت ہے کہ میں نے مکہ والوں سے سنا ہے، وہ کہتے ہیں کہ جس گھر میں ''محمد'' نامی کوئی آدمی رہتا ہو، وہ گھر برکت والا ہے اوراس کے ہمسایوں کو بغیر کسی خاص مشقت کے رزق ملتا رہتا ہے۔

امام جلال الدین سیوطیؒ نے عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کے تین بیٹے پیدا ہوں اور وہ ان میں سے کسی کا نام ''محمد'' نہ رکھے تو بلاشبہ وہ ضرور جاہل ہے۔ صاحبِ نزہۃ المجالس عبد الرحمن صفوری فرماتے ہیں کہ میں نے ''کتاب البرکۃ'' میں نبی کریم کی ایک روایت دیکھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ: جس گھر میں میرا نام ہو اس میں تنگدستی نہ آئے گی۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو قوم کسی مشورے کے لئے جمع ہوئی اور ان میں کوئی شخص ایسا بھی ہے جس کا نام ''محمد'' ہے تو یقیناً اللہ تعالی ان کے نام کی برکت عطا فرمائے گا۔ (مدارج النبوۃ: 1/ 181)

اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت کے پیشِ نظر حضرت ابن ملیکہؓ نے بروایت ابن جریج حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے جس کے یہاں حمل ہو، اور وہ پختہ ارادہ کرلے کہ میں اس کا نام ''محمد'' رکھوں گا، تو اللہ تعالی اسے لڑکا عطا فرمائے گا۔ ایک مرتبہ حضرت جلیلہ بنت عبدالجلیلؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں ایسی عورت ہوں کہ میرے بچے زندہ نہیں رہتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدا تعالی سے نذر کر کہ جو لڑکا اللہ تعالی تجھے عطا فرمائے

گا اس کا نام ''محمد'' رکھوں گی، چناں چہ اس عورت نے ایسا ہی کیا، اور اس کے نتیجہ میں بہ فضل خدا اس کا وہ بچہ زندہ رہا۔ (خصوصیاتِ مصطفیٰ: 1/ 459)

نامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اکرام:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محمد نام کا اکرام کرنا اور جس کا نام محمد ہو اس کی تعظیم کرنا بھی ضروری ہے اور باضابطہ اس سلسلہ میں تعلیمات بھی موجود ہیں کہ جس کا بھی محمد نام ہو اس کا اکرام کرنا چاہیے، اس پر لعن طعن اور اس کو گالی گلوج نہیں کرنا چاہیے۔ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے بچوں کا نام محمد رکھتے ہو اور اس کے بعد ان پر لعنت کرتے ہو؟۔ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم بچے کا نام محمد رکھو تو اسے نہ مارو اور محروم نہ رکھو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کے تین بچے پیدا ہوئے اور اس نے کسی کا نام بھی محمد نہیں رکھا بلاشبہ وہ جاہل ہے۔ (الخصائص الکبری للسیوطی رحمہ اللہ: 2/ 408) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم بچے کا نام محمد رکھو تو اس کا اکرام کرو، اس کے لئے مجلس میں وسعت پیدا کرو اور اس کے چہرے کی تقبیح نہ کرو۔ (فیض القدیر: 3/ 246)

نامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احترام کا واقعہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک محمد یقینا بڑی عظمتوں والا ہے، اور امت میں ایسے علماء ومحدثین بھی گزرے ہیں جن کے نام سلسلہ درسلسلہ اورنسل درنسل محمد رہے ہیں۔ اللہ تعالی نے اس نامِ مبارک کی برکتوں کو ظاہر بھی فرمایا اور اس نام رکھنے والے کے مقام ومرتبہ کو بلند بھی کیا۔ اس امت میں نامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بے پناہ پاس ولحاظ رکھنے والے اور حددرجہ اس کی تعظیم وتکریم کرنے والے بھی گزرے ہیں جنہوں نے اپنے عمل کے ذریعہ اس نام کی تقدیس اور پاکیزگی کا اظہار کیا۔

چناں چہ لکھا ہے:

''سلطان محمود پر اپنے تقوی اور کسرِ نفسی کی وجہ سے حبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بڑا غلبہ رہا۔ وہ اپنی زبان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ مبارک لانے میں حددرجہ احترام کرتا۔ ان کے ایک مصاحب کا نام ''محمد'' تھا، وہ اس کو ہمیشہ اسی نام سے پکارا کرتے تھے۔ ایک روز انہوں نے اس کو تاج الدین کہہ کر پکارا، وہ آیا اور شاہی حکم کی تعمیل کرکے گھر چلا گیا، دوتین دن تک سلطان کی خدمت میں حاضر نہ ہوا، سلطان نے جب اس کو بلا بھیجا اور اس سے غیر حاضری کا سبب دریافت کیا۔ تو اس نے عرض کیا کہ: آپ مجھے ہمیشہ محمد نام سے پکارا کرتے تھے، اس روز خلافِ عادت مجھے تاج الدین کہہ کر پکارا گیا تو میں سمجھا کہ مجھ سے کوئی بدگمانی پیدا ہوگئی ہے، اس لئے اپنی صورت نہیں

دکھائی اور تین روز میں نے بڑی بے چینی اور بے قراری سے گزارے، سلطان نے اس کو یہ کہہ کر اطمینان دلایا کہ میں تم سے بدگمان نہیں ہوں، لیکن جب میں نے تم کو تاج الدین کہہ کر پکارا تھا اس وقت میں باوضو نہیں تھا، مجھے شرم آئی کہ محمد کا نام بے وضولوں۔ (تاریخ فرشتہ: 1 / 74 بحوالہ خزینہ: 170)

آخری بات:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناموں کی برکت اور عظمت یقیناً بہت اونچی ہے، اللہ تعالی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پسند ہیں، اور اس سے بڑھ کر ایک مسلمان کے لئے سعادت کیا ہوگی کہ وہ اپنی اولادوں کے نام سید الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناموں پر رکھیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہم اپنی اولادوں کے نام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ناموں پر رکھیں، اللہ تعالی ان مبارک ناموں کی تاثیر بھی ظاہر فرمائے گا اور ان کی برکتیں بھی حاصل ہوں گیں۔ آج کل ہمارے پاس نئے نئے نام رکھنے کا رواج کچھ اس قدر عام ہو گیا ہے کہ لوگ بے معنی اور بے مطلب نام بھی رکھ رہے ہیں صرف اس لئے تا کہ سب سے الگ اور نیا نام ہو، چاہے معنی اچھے ہوں یا نہیں اس سے کوئی سروکار نہیں۔ یہ طریقہ غلط ہے جیسے نام رکھیں گے اسی طرح اثرات بھی ظاہر ہوں گے اس لئے معتبر اور بامعنی نام رکھنے چاہیے اور سب سے بڑھ اللہ و رسول اور صحابہ و اولیاء کے نام ہیں۔

رسولِ رحمتؐ کا بارِ احساں، تمام خلقت کے دوش پر ہے

کفر وشرک کے تاریک ماحول میں، جہالت وضلالت کے اندھیرے میں، ظلم وجور، اور ناانصافی وحقوق تلفی کے دور میں ہمیشہ کے لئے رحمتِ انسانیت اور محسنِ کائنات بن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے دنیا کے تمام مظلوم طبقوں اور ستم رسیدہ انسانوں کو جینے کا قرینہ ملا اور سب پر رحمتِ الٰہی برسنے لگی، اس دنیا کا ہر ذرہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات کے سایہ تلے آ گیا، پوری انسانیت کی گردن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات کے سامنے ہمیشہ کے لئے جھکی رہے گی اور دنیا کی ہر قوم آپ ہی کے احسانات سے جلا پائی اور پاتی رہے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات دنیا میں بھی ہیں اور آخرت میں بھی ہوں گے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام لیوا بھی فیض پاتے رہیں اور جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات کی قدر نہیں جانی اور وہ بھی مستفید ہوتے رہے ہیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات کے اثرات دنیا کی تمام مخلوقات پر ظاہر ہوئے، شجر وحجر نے، شمس وقمر نے، لیل ونہار نے، بحر وبر نے، انس وجن نے، عرب وعجم نے، رنگ ونسل کے اختلاف والوں نے، ہر ایک نے اپنے

اپنے ظرف کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت و رأفت سے فیض پایا اور پاتے رہیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہی سارے عالم کے رحمت بن کر ہوئی چناں چہ خود قرآن کریم میں اللہ تعالی نے فرمایا: وَمَا أَرْسَلْنَاکَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ۔ (الانبیاء: ۱۰۷) ہم نے تمھیں سارے جہانوں کے لئے رحمت ہی رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

علامہ سیوطیؒ نے فرمایا کہ: جو آپ پر ایمان لائے اس کے لئے دنیا و آخرت میں پوری رحمت ہوگی، اور جو ایمان نہ لائے وہ بھی ان عذابوں سے مامون ہوں گے جو پہلی قوموں پر آئے جیسے زمین میں دھنسا دیا جانا، چہرہ کا مسخ ہوجانا وغیرہ۔ (الدر المنثور: ۱۰/۴۰۵)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کے اثرات ہر چیز پر ظاہر ہوئے یہاں تک کہ فرشتے بھی آپ کی رحمت سے مستفید ہوئے۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھا کہ کیا تمھیں میری رحمت سے کچھ پہونچا؟ تو جبرئیلؑ نے کہا کہ: ہاں! میں (پہلے) اپنے انجام سے ڈرتا تھا، لیکن جب اللہ تعالی نے قران میں ''ذِی قُوَّةٍ عِندَ ذِی العَرشِ مَکِینٍ'' کے ذریعہ تعریف فرمائی تو مطمئن ہوگیا (روح المعانی: ۱۷/۱۰۵ بیروت)

دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے قبل عرب بلکہ ساری دنیا کے حالات انتہائی ابتر تھے، بے دینی اور خدا فراموشی کی دنیا تھی اور کمزوروں، مجبوروں، یتیموں، عورتوں، مزدوروں اور غلاموں کا کوئی

پرسانِ حال نہیں تھا، کس مپرسی اور ذلت ومظلومیت کی زندگی ان کا مقدر بنی ہوئی تھی اِن ہی حالات میں سرورِ کائنات محسنِ انسانیت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی آمد ہوئی۔ آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا اس دنیا پر سب سے بڑا احسان بلا شبہ یہ بھی ہے کہ آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے انسانوں کی پیشانیوں کو مختلف دروں سے اٹھا کر صرف اس ایک مالک کے سامنے جھکایا جو اس کائنات کا خالق ہے اور مذہبوں کے شکنجے سے آزاد کر کے اسلام کی ٹھنڈی چھاؤں میں جگہ دی اور فرمایا: اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہہ لو کامیاب ہوجائے گے۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۵)

آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے احسانات کا تذکرہ کرتے ہوئے جعفر طیارؓ نے نجاشی کے دربار میں کیا کہا تھا اس کا کچھ اقتباس مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے کہ:

> سن اے بادشاہ! ہم لوگ جاہلیت میں غوطے کھا رہے تھے، ہم پتھروں کی کھودی ہوئی مورتیوں کے آگے جھکتے تھے، ہم بے حیائیوں سے لت پت تھے، ہم رشتوں کو کاٹتے تھے، ہم پڑوسیوں کے لئے صرف دکھ اور رنج تھے۔۔۔اچانک ہم میں اللہ تعالی نے اپنے پیغمبر کو اٹھایا، جس کے نسب کو بھی ہم جانتے ہیں، جس کی سچائی کا، صدق کا، امانت کا، پارسائی کا ہم سب کو تجربہ ہے،....... (النبی الخاتم ۴۰)

اور آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان گرے ہوئے مظلوم انسانوں کو قعرِ مذمت سے اٹھایا اور ان کے ساتھ حسن سلوک اور اچھے برتاؤ کی پیاری تعلیمات دیں اور خود عملی طور پر ان کے ساتھ خیر خواہی

اور ہمدردی کے لئے میدان میں آ گئے۔

کمزوروں اور محتاجوں کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، (اس لئے) نہ خود اس پر ظلم کرے، نہ ظلم کا نشانہ بننے دے، جو کوئی اپنے ضرورت مند بھائی کی حاجت پوری کرے گا، تو اللہ تعالی اس کی حاجت روائی کرے گا، اور جو کوئی کسی مسلمان کو تکلیف و مصیبت سے نجات دلائے گا، اللہ تعالی اس کو قیامت کے دن کی مصیبت و پریشانی سے نجات عطا کرے گا، اور جو کسی مسلمان کی پردہ داری کرے گا، اللہ تعالی قیامت کے دن اس کی پردہ داری کرے گا۔ (مسلم: ۴۶۸۳)

یتیموں کے ساتھ احسان کا برتاؤ کرنے کی تاکید فرماتے ہوئے کہا کہ: اللہ کے جس بندے نے مسلمانوں میں سے کسی یتیم بچے کو لے لیا، اور اپنے کھانے میں شریک کر لیا، تو اللہ تعالی اس کو ضرور بالضرور جنت میں داخل کرے گا۔ (ترمذی: ۱۸۳۶)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ مسلمانوں کے گھرانوں میں بہترین وہ گھرانہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو، اور مسلمانوں کے گھروں میں بدترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جائے۔ (ابن ماجہ: ۳۶۷۷)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواتین میں مراتب کے لحاظ سے الگ الگ حقوق بتائے اور مرتبوں کی رعایت کے ساتھ ان کے فضائل سنائے۔ اگر عورت ماں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتنی عظمت بیان کی کہ جنت اس کے قدموں کے نیچے قرار دیا (مسند احمد: ۱۵۲۳۳) تا کہ اولاد خدمت کر

کے اس کی مستحق بنیں، اور خود قران کریم میں ماں کی بڑی اونچی شان بیان کی گئی اور آداب و حقوق کو بجالانے کی ترغیب دی۔ عورت اگر بیوی ہے تو اس درجہ اس کے ساتھ حسن سلوک اور بہتر برتاؤ کا حکم دیا کہ اسی کو اخلاق کی کسوٹی بنایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر جو عظیم تعلیمات انسانیت کو دی اس میں ایک یہ بھی ہے کہ: اے لوگو! تم عورتوں کے بارے میں اللہ تعالی سے ڈرتے رہو کیوں کہ تم نے ان کو اللہ تعالی کی امان سے لیا ہے۔ (مسلم: ۲۱۴۵) اور یہ بھی فرمایا کہ: تم میں بہتر شخص وہ ہے جس کے اخلاق عمدہ ہوں اور بہتر اخلاق رکھنے والا وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ بہتر طریقہ برتتا ہو، اور خود اپنے بارے میں فرمایا کہ انا خیر کم لاھلی۔ (ترمذی: ۳۸۵۹)

غلاموں پر احسانات کی بارش کی اور فرمایا کہ: **اخوانکم جعلھم اللہ تحت ایدیکم فمن جعل اللہ اخاہ تحت یدہ فلیطعمہ مما یاکل و یلبسہ مما یلبس و لا یکلفہ من العمل ما یغلبہ ان کلفہ ما یغلبہ فلیعنہ علیہ** (بخاری: ۲۳۱۷)۔ کہ یہ (غلام) تمہارے بھائی ہیں، اللہ تعالی نے ان کو تمہارا زیردست بنایا ہے، اللہ جس کے زیردست اس کے کسی بھائی کو کردے تو اس کو چاہئے کہ اس کو وہ کھلائے جو خود کھاتا ہو،، جو خود پہنو ان کو پہناؤ، اور ایسے کام کا مکلف نہ کرے جو اس کے لئے بھاری ہو، اور اگر ایسے کام کے مکلف کرے تو پھر اس کام میں خود اس کی مدد کرے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدور پیشہ افراد کے ساتھ ادائے حق کی تعلیم دی اور فرمایا کہ: میں قیامت

کے دن تین لوگوں کا دشمن ہوں گا، ان میں سے ایک وہ ہے جو مزدور سے کام تو پورا لے لیکن اجرت ادا نہ کرے۔ (بخاری:۲۰۸۵)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جانوروں کے اوپر پر بھی احسان فرمایا ان کے ساتھ بھی بہتر سلوک کی تعلیم دی، عدوات و دشمنی کو ختم کر کے انسانوں کو اخوت کی لڑی میں پرویا اور فرمایا کہ: سب مسلمان ایک شخص واحد کی طرح ہیں، اگر اس کی آنکھ دکھے تو اس کا سارا جسم دکھ محسوس کرتا ہے، اسی طرح اس کے سر میں تکلیف ہو تو بھی تمام بدن تکلیف میں شریک ہوتا ہے۔ (مسلم: ۴۶۹۳)

اس کے علاوہ بھی اس محسن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات اس دنیا پر اور دنیا والوں پر بے شمار ہیں جو اس مختصر تحریر کے احاطہ میں نہیں لائے جا سکتے۔

آخرت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات:

دنیا پر تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات کا کوئی شمار ہی نہیں، آخری وقت تک اپنی امت کے لئے تڑپنے والے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات کو کوئی گن بھی کہاں سکتا ہے، دنیا کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کا سلسلہ آخرت میں بھی ہوگا اور وہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کو خدا کی بارگاہ میں تنہا نہیں چھوڑیں گے اور امت کی شفاعت کرا کے اس کو بچا لیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے سلسلہ میں احادیث بکثرت وارد ہوئیں۔

مولانا منظور نعمانیؒ فرماتے ہیں کہ:

''شفاعت کے متعلق حدیثیں اتنی کثرت سے وارد ہوئی ہیں کہ سب ملا کر تواتر کی حد کو پہنچ جاتی ہیں۔آپ ﷺ کی پہلی شفاعت اہل حشر کی تکلیف دور کرنے کے سلسلہ میں ہوگی،دوسری حساب و کتاب کے شروع کئے جانے کی شفاعت بھی آپ ﷺ فرمائیں گے،اور تیسری شفاعت اپنی امت کے مختلف گنہ گاروں کے بارے میں ہوگی۔(ملخصا از معارف الحدیث:۱/۱۹۰)

قیامت کے میدان میں ساری انسانیت کا مجمع نفسی نفسی کے عالم میں ہوگا اور ابنیائے کرام ؑ کے پاس سفارش کے لئے جائے گا کہ اللہ تعالی سے حساب و کتاب شروع کئے جانے کی درخواست کیجئے سبھی معذرت کریں گے،تو اولین وآخرین کا جم غفیر سیدنا محمد ﷺ کے پاس آ کر عرض کرے گا تو آپ ﷺ اللہ تعالی کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو جائیں گے یہاں تک آپ ﷺ سے کہا جائے گا کہ:اے محمد!سر اٹھائے،کہئے جو کہنا ہو،تمہاری سنی جائے گی،مانگئے تم کو عطا کیا جائے گا،جو سفارش کرنا ہو کرو تمہاری مانی جائے گی،آپ ﷺ امت امت عرض کریں گے اور شفاعت کرواتے جائیں گے،طویل حدیث ہے آخر میں ارشاد ہوگا کہ:میری عزت و کبریائی کی قسم میں ددوزخ سے ان سب کو نکال لوں گا جنھوں نے لا الہ الا اللہ کہا ہو۔(بخاری:۷۵۰۹،مسلم:۱۹۳)

یہ ایک طویل حدیث ہے جس کو اختصار کے ساتھ پیش کیا گیا ہے جس میں آپ ﷺ کا

ساری انسانیت پر بالعموم اور آپ ﷺ کی امت پر بالخصوص احسان کا ذکر فرمایا کہ آپ ﷺ کی سفارش پر انسانیت کا مسئلہ حل ہو گا اور اضطراب و بے چینی کے عالم میں آپ ﷺ ساری انسانیت کے لئے رحمتِ الٰہی بن کر پریشانی کو دور فرمائیں گے۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ اپنی امت کو یاد کر کے خدا کے حضور رونے لگے، اللہ تعالی نے جبرئیلؑ کو باوجود عالم الغیب ہونے کے بھیجا کہ معلوم کریں کہ آپ ﷺ کیوں رنجیدہ ہیں اور رونے کا سبب کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے رونے کا سبب بتا دیا، اللہ تعالی نے کہلا بھیجا کہ جاؤ، اور ان کو ہماری طرف سے کہو کہ تمہاری امت کے بارے میں ہم تمہیں راضی اور خوش کر دیں گے اور تمہیں رنجیدہ اور غمگین نہیں کریں گے۔ (مسلم ۳۰۶)

آخری بات:

بہرحال اور بھی احادیث میں آپ ﷺ کی امت کے تئیں فکر وغم کو بیان کیا جو تمام اس پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کس درجہ اپنی امت سے محبت کرتے اور ان کی نجات اور کامیابی کی کتنی فکر میں رہتے، یہ بھی آپ ﷺ کا انسانوں پر کتنا بڑا احسان ہے کہ کسی موقع پر بھی اپنی امت کو فراموش نہیں کیا، لیکن آج امت نے اپنی خواہشوں اور تمناؤں میں اس محسن اور پیارے نبی کی مبارک تعلیمات کو فراموش کر دیا اور ان کے اسوۂ حسنہ کو چھوڑ کر زندگی گزار رہی ہے۔ کاش ہم اپنے آقا اور محسن کے احسانات کی قدردانی کرتے اور ان کی ایک ایک ادا کو

اپنی زندگی کا جزء بناتے ، اوران ہی کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق کشتۂ حیات کو آگے بڑھاتے تو یقینا عزت وسربلندی بھی ہمارے حصہ میں آتی اوران کے احسانات کی ناقدری کے جرم عظیم سے بچ جاتے ۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات لاتعداد و بےشمار اور ہمارے زبان وقلم کی رفتار مختصر اور محدود آخر میں بصدق وادب حضرت نفیس الحسینیؒ کی زبانی عرض ہے کہ:

رسول رحمتؐ کا بار احساں، تمام خلقت کے دوش پر ہے
تو ایسے محُسن کو بستی بستی، نگر نگر کا سلام پہنچے

اور بقول جگن ناتھ آزاد:

سلام اس ذاتِ اقدس پر سلام اس فخر دوراں پر
ہزاروں جس کے احسانات ہیں دنیائے امکاں پر

سلام اسؐ پر کہ جس نے بے کسوں کی دست گیری کی

دنیائے انسانیت جس وقت کس مپرسی کی زندگی گذار رہی تھی، پریشان حالوں، ستم رسیدہ انسانوں اور دکھ والم کے ماروں کا کوئی پرسانِ حال نہیں تھا، بیواؤں، یتیموں اور مجبوروں کی کوئی دست گیری کرنے والا نہیں تھا، اور کمزور طبقات ظلم وستم کی چکیوں میں پسے جا رہے تھے، دنیا گویا جہالت اور ظلم، عداوت اور دشمنی کے مہیب سایوں سے تاریک ہوگئی تھی اور کوئی ان کے آنسوں پوچھنے والا، اور ان کے زخموں پر مرہم رکھنے والا نہیں تھا۔ چناں چہ ان ہی حالات میں وہ آخری آفتاب طلوع ہوا جس کی کرنیں صبحِ قیامت تک انسانوں کو ہدایت کی روشنی فراہم کرتی رہیں گی، وہ محبتوں اور الفتوں کا درس دینے والا اس دنیا میں جلوہ افروز ہوا جس کی تعلیمات رہتی دنیا تک پیامِ الفت دیتی رہیں گی، بے کسوں اور بے بسوں کے ساتھ ہمدردی وغم خواری کرنے والا اور کرنے کی ترغیبات دینے والا تشریف لایا کہ جس کی ادا ادا انسانوں کے لئے نمونہ اور مشعلِ ہدایت ثابت ہوگی، غم زدوں کا یاور، مصیبت رسیدوں کا ہمدرد اور مجبوروں کا حامی آیا کہ جس کے آنے سے ہمیشہ کے لئے بے کسوں کو سہارا اور بے بسوں کا آسرا مل گیا۔ الطاف حسین حالی نے اسی کی ترجمانی ان الفاظ میں کی کہ:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا　　مرادیں غریبوں کی برلانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا　　وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماوی
یتیموں کا والی غلاموں کا مولی

چناں چہ نبی کریم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد ہوئی اور خزاں رسیدہ چمن میں بہار آ گئی اور دنیا میں مظلومیت کی زندگی گذارنے والے اور آلام ومصائب سے دو چار انسانوں کو جینے اور سکون وراحت سے رہنے کا موقع نصیب ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت اور آپؐ کی آمد سے کتنے طبقوں کو نئی روشنی اور امید کی کرن ملی اور جینے کا قرینہ ملا اس کا مختصر جائزہ ذیل میں لیا جائے گا۔

آپؐ کی ہمدردی ودست گیری کی گواہی:

آپؐ پر جب پہلی وحی کا نزول ہوا اس وقت آپؐ پر جو بے قراری کی کیفیت طاری ہوئی اور اسی کیفیت کے ساتھ آپؐ گھر تشریف لائے اور اپنے ساتھ پیش آئے اس انوکھے واقعہ کا تذکرہ رفیقِ حیات ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ سے فرمایا اس موقع پر آپؐ کے اخلاق وکردار کو سب سے زیادہ اور سب سے قریب سے دیکھنے والی اہلیہ محترمہ نے آپؐ کی تسلی اور ہمت کے لئے جن صفات اور خوبیوں کو ذکر کیا وہ تمام کی تمام آپؐ کی اسی غریب پروری اور بے کسوں کی

دست گیری کا ثبوت دیتی ہیں ۔حضرت خدیجہؓ نے فرمایا : کلا و اللہ ما یخزیک ا للہ ابدا،انک لتصل الرحم ،وتحمل الکل، وتکسب المعدوم، وتقری الضیف، وتعین علی نوائب الحق۔(بخاری: حدیث ۴)ہرگزنہیں آپ مطمئن رہیئے،اللہ کی قسم اللہ آپ کوکبھی رسوانہیں کرے گا،آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں،بے سہارا لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں،ناداروں کی مدد کرتے ہیں،مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اورحق کے راستے میں آنے والی باتوں میں مدد کرتے ہیں۔

یہ تسلی بخش اورحوصلہ افزاءکلمات جہاں آپؐ کی ہمت کو بڑھاتے ہیں اورآپؐ کی بے چینی کودورکر کےتقویت پہونچاتے ہیں وہیں اس بات کا واضح ثبوت بھی پیش کرتے ہیں کہ آپؐ شروع ہی سے ان کاموں میں کس قدر پیش پیش رہتے اور ہر ایک کی مدد اورتعاون میں آگے رہتے۔مجبوروں کی خدمت کرنا اور بے سہاراؤں کوآسرا دینا اور پریشان لوگوں کے کام آنا یہ آپؐ کی وہ نرالی ادائیں ہیں جن کا اعتراف آپؐ کے دشمنوں نے بھی کیا۔

حضرت مولانامنظورنعمانیؒ لکھتے ہیں:

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم میں ان کے علاوہ تمام کمزورطبقات اور ہر طرح کے حاجت مندوں ،یتیموں ،بیواؤں ، غریبوں ، مسکینوں،مظلوموں،آفت رسیدوں،وغیرہ کا بھی حق مقررکیا گیا،اورآپؐ نے اپنے پیروؤں کوان کی خدمت وخبر گیری اور ہمدردی ومعاونت کی تلقین وتاکید

فرمائی ہے، اور اس کو اعلی درجہ کی نیکی قرار دے کر اس پر اللہ تعالی کی طرف سے بڑے بڑے انعامات کی بشارت سنائی ہے۔(معارف الحدیث : ۶/۱۰۴)

آپؐ کی آمد سراپا رحمت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد نہ صرف خطۂ عرب کے لئے اور نہ ہی وقتی طور پر رحمت ثابت ہوئی بلکہ ساری انسانیت اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مژدہ رحمت بنی اور عرب وعجم تمام کے لئے ،امیر وغریب ہر ایک کے لئے ،کالے اور گورے سب کے لئے رحمت ہی رحمت کا سبب بنی۔چناں چہ خود قرآن کریم میں اللہ تعالی نے فرمایا:وَمَاۤاَرسَلنَٰكَ اِلَّا رَحمَةً لِّلعٰلَمِینَ (الانبیاء:۱۰۷)ہم نے تمہیں سارے جہانوں کے لئے رحمت ہی رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

علامہ سیوطیؒ نے فرمایا کہ: جو آپ پر ایمان لائے اس کے لئے دنیا وآخرت میں پوری رحمت ہوگی،اور جو ایمان نہ لائے وہ بھی ان عذابوں سے مامون ہوں گے جو پہلی قوموں پر آئے جیسے زمین میں دھنسا دیا جانا، چہرہ کا مسخ ہو جانا وغیرہ۔(الدرالمنثور:۱۰/۴۰۵)

آپؐ کی رحمت کے اثرات ہر چیز پر ظاہر ہوئے یہاں تک کہ فرشتے بھی آپ کی رحمت سے مستفید ہوئے۔ایک مرتبہ آپؐ نے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھا کہ کیا تمہیں میری رحمت سے کچھ

پہونچا؟ تو جبرئیلؑ نے کہا کہ: ہاں! میں (پہلے) اپنے انجام سے ڈرتا تھا، لیکن جب اللہ تعالی نے قران میں ذی قوۃ عند ذی العرش مکین کے ذریعہ تعریف فرمائی تو مطمئن ہوگیا (روح المعانی: ۱۰۵/۱۷ بیروت)

ہر مخلوق نے آپ کی رحمت سے بقدر ظرف فیض پایا ہے۔ تو بھلا یہ کیسے ہوسکتا کہ انسان جو اشرف المخلوقات ہے وہ کیسے فیض یاب نہ ہو؟ اور خاص کر انسانوں میں بھی وہ لوگ جو کسی بھی طرح کے ظلم کا شکار رہوں اور زمانہ کی نا قدری کا رونا رو رہے ہوں؟ چناں چہ آپؐ کی رحمت و رافت اور محبت سے فائدہ اٹھانے والوں میں اور آپؐ کی شفقتوں سے ایک نئ زندگی کا آغاز کر نے والوں میں درج ذیل طبقات خاص کر شامل ہیں۔

عورتوں کے ساتھ ہمدردی:

دنیا کی سرزمین بعثتِ نبویؐ سے پہلے جو عالم گیر فسادات کی لپیٹ میں تھی اور مختلف قسم کی تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھی، اور انسانی حقوق کی پامالی اور کمزور انسانوں پر جو مظالم ڈھائے جاتے وہ انتہائی دردناک تھے، پوری دنیا میں بالعموم اور عالمِ عرب میں بالخصوص خواتین کے ساتھ جو نا روا سلوک کیا جاتا، اور ان کی عظمتوں کو جس بے دردی کے ساتھ روند کر ظلم وستم کیا جاتا، یہ تاریخ کا ایک تاریک ترین دور تھا۔

مؤرخ اور مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں کہ:

''عورت کی ان کے یہاں کوئی عزت باقی نہ تھی، مکان کے دوسرے سامان کی طرح یا مویشیوں کی طرح جہاں چاہتی منتقل کی جاتی، یا ورثہ میں ملتی، کچھ کھانے مردوں کے ساتھ مخصوص تھے، عورتیں ان کو استعمال نہیں کر سکتی تھیں، آدمی جتنی عورتوں سے چاہتا شادی کرسکتا تھا۔ (نبیؐ رحمتؐ: ۵۵)

تقریباً یہی حالات پوری دنیا کے تھے ایسے میں بلا شبہ ان کس مپرس عورتوں کو ایک مسیحا کی بے چینی سے انتظار تھا جو ان کو ایک طرف ظلم سے نجات بھی دلائے اور ساتھ ہی ان کی عظمتوں کو دنیا کے سامنے روشناس کرائے، اور ان کے مقامِ بلند سے آگاہ کروائے۔

چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آمد اور بعثت سے عورتوں کی بڑی دست گیری ہوئی اور ان کی حقیقی عظمتیں دنیا کے سامنے آئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی مبارک تعلیمات میں جگہ جگہ ان کی رفعتوں کو بیان کیا اور انسانی زندگی میں ان کی اہمیتوں کو خوب اجاگر کیا۔ آپؐ نے خواتین میں مراتب کے لحاظ سے الگ الگ حقوق بتائے اور مرتبوں کی رعایت کے ساتھ ان کے فضائل سنائے۔ اگر عورت ماں ہے تو آپؐ نے اتنی عظمت بیان کی کہ جنت اس کے قدموں کے نیچے قرار دیا (مسند احمد: ۱۵۲۳۳) تاکہ اولاد خدمت کر کے اس کی مستحق بنیں، اور خود قرآن کریم میں ماں کی بڑی اونچی شان بیان کی گئی اور آداب وحقوق کو بجالانے کی ترغیب دلائی۔ عورت اگر بیوی ہے تو اس درجہ اس کے ساتھ حسن سلوک اور بہتر برتاؤ کا حکم دیا کہ اسی کو اخلاق کی کسوٹی بنایا، آپؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر جو عظیم تعلیمات انسانیت کو دی اس میں ایک یہ بھی ہے کہ

:اے لوگو! تم عورتوں کے بارے میں اللہ تعالی سے ڈرتے رہو کیوں کہ تم نے ان کو اللہ تعالی کی امان سے لیا ہے۔(مسلم: ۲۱۴۵)اور یہ بھی فرمایا کہ :تم سے بہتر شخص وہ ہے جس کے اخلاق عمدہ ہوں اور بہتر اخلاق رکھنے والا وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ بہتر طریقہ برتتا ہو،اور خود اپنے بارے میں فرمایا کہ انا خیر کم لاھلی۔(ترمذی:۳۸۵۹) کہ میں خود اپنے گھر والوں کے ساتھ بہتر برتاؤ کرنے والا ہوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیوی کو بوجھ نہیں بلکہ اس کے ذریعہ ایمان کے مکمل ہونے کی بشارت دی اور اس کو بے یار مددگار نہیں چھوڑا بلکہ اس کی تمام ضروریات کی ذمہ داری مردوں کے کاندھوں پر ڈالی اور اس کو گھر کی ملکہ بنایا اور عفت وعصمت کی چادر عطا کی ،یہ بھی فرمایا کہ تمہارا بیوی کے منھ میں لقمہ ڈالنا بھی اجر وثواب کا سبب ہے (بخاری:۵۵)

عورت اگر بہن ہے تو بھائی کی سعادت کا ذریعہ بنایا،عورت اگر بیٹی ہے تو باپ کے حقوق و فرائض قرار دیئے کہ وہ ان کی بہتر تعلیم وتربیت کا نظم کرے اور ان کی شادی کر کے اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو،اور یہ خوش خبری بھی سنائی کہ اگر کسی کی تین بیٹیاں اور بہنیں ہوں ان کا بار اٹھائے اور ان کی اچھی تربیت کی اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور پھر ان کا نکاح کر دیا تو اللہ کی طرف سے اس بندے کے لئے جنت کا فیصلہ ہے۔(ابوداؤد: ۴۴۸۳)

الغرض اس کے علاوہ بھی اور بہت سارے حقوق مرد پر ڈال کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس معمار انسانیت طبقہ کی دست گیری کی اور قعر مذمت میں گری ہوئی ذات کو ثریا کی بلندی پر

پہونچایا،اور جاہلیت کی تمام برائیوں اور بدگمانیوں کا خاتمہ فرما کرعورت کی عظمتوں کو دنیا کے سامنے اس انداز میں پیش کیا کہ جس کی نظیر دکھانے سے دنیا عاجز ہے اور رہے گی۔

غلاموں کی دست گیری:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے قبل دنیا میں اورعرب کی سرزمین میں خاص طور پر انسان کو غلام بنا کر استعمال کرنے کا ماحول تھا،اور غلاموں کے ساتھ انتہائی ناروا سلوک کیا جاتا،غلام کی کوئی حیثیت نہیں تھی،اس کی نہ اپنی مرضی اور نہ ہی اس کی اپنی کوئی تمنا تھی،زندگی بھر مالک کے ظلم وستم کا نشانہ بن کر رہنا ہی ان کا مقدر ہو چکا تھا،آپس میں دو غلاموں کی خون ریز لڑائی کروا کر لطف لینا اس دور کا مزاج بن گیا تھا ایسے میں ساری انسانیت کا دکھ درد لے کر آپؐ دنیا میں تشریف لائے،اس مظلوم طبقے اور انسانیت سے بچھڑے ہوئے اس گروہ کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرایا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی تاکید فرمائی،اور غلامی کی طوق سے رہائی دلوانے کے لئے مختلف کفاروں میں غلام کو آزاد کرنے کی ترغیب دلائی تا کہ یہ نظام بھی ختم ہو جائے اور وہ لوگ بھی دوسرے انسانوں کی طرح آزادی کی زندگی گزار سکیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالکوں کو حکم دیا کہ: **اخوانکم جعلهم الله تحت ایدیکم فمن جعل الله اخاه تحت یده فلیطعمه مما یاکل و یلبسه مما یلبس و لا یکلفه من العمل ما یغلبه ان کلفه ما یغلبه فلیعنه علیه** (بخاری:۱/ ۲۳)۔کہ یہ (غلام) تمہارے بھائی ہیں،اللہ تعالی

نے ان کو تمہارا زیردست بنایا ہے، اللہ جس کے زیردست اس کے کسی بھائی کو کردے تو اس کو چاہیئے کہ اس کو وہ کھلائے جو خود کھاتا ہو،، جو خود پہنو ان کو پہناؤ، اور ایسے کام کا مکلف نہ کرے جو اس کے لئے بھاری ہو، اور اگر ایسے کام مکلف کرے تو پھر اس کام میں خود اس کی مدد کرے۔ اور پھر غلاموں آزاد کرنے کی مختلف فضیلتیں بیان کی جس سے صحابہ کرامؓ نے فائدہ اٹھا کر غلاموں کو خرید کر آزاد کرنا شروع کیا حضرت ابوبکرؓ نے بہت سے غلاموں اور کنیزوں کو خرید کر آزاد فرمایا اور مظلوموں کی جان بچائی۔ (سیرت مصطفیؐ: ۲۳۲/۱)

حضرت عائشہؓ نے ایک کفارہ میں چالیس غلام آزاد کئے، حضرت حکیم بن حزام نے سو، حضرت عبداللہ بن عمر نے ایک ہزار، عبدالرحمن بن عوف نے تین ہزار غلام آزاد کئے۔ (خطباتِ بنگلور: ۱۶۲ از مولانا خالد سیف اللہ رحمانی)

حضرت عثمان غنیؓ ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرتے۔ (حضرت عثمانؓ کے سو واقعے: ۲۲) اس طریقہ پر بہت جلد پیغمبر اسلام کی تعلیمات نے دنیا سے غلامی کے رواج کو ختم کردیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کا اس درجہ خیال تھا کہ آپؐ نے دنیا سے پردہ فرمانے سے پہلے بھی غلام اور باندیوں کے بارے فرمایا کہ اپنے غلاموں ریز دستوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ (تجلیاتِ نبوت: ۳۶۴ از صفی الرحمن مبارکپوری)

اس کے علاوہ اور بھی ارشادات ہیں جس کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانیت میں ظلم و جور کے شکار غلاموں کی خیر خواہی اور بھلائی اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی ترغیب دی، آپؐ ہی کی

تعلیمات کا اثر رہا کہ مظلوم غلاموں کو نہ صرف جینے کا حق ملا بلکہ یہی غلام جب دامن اسلام سے وابستہ ہوئے تو پھر دنیا کے امام بنیں اور بلندیوں نے ان کے قدم چومیں۔

مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ لکھتے ہیں کہ:

''اس اعلیٰ تعلیم وتربیت سے آراستہ ہوکر غلاموں اور غلام زادوں نے تاریخ میں کیسے کیسے عجیب وغریب کارنامے کئے؟ اور مسلمانوں نے ان کے کمالاتِ ذاتی، اور علم وفضل کی کس طرح قدر کی؟ اور اسلامی سوسائٹی نے ان کے ساتھ کس تعظیم وتکریم کا معاملہ کیا؟ (غلامانِ اسلام: مقدمہ) اور اس موضوع پر ایک عظیم کتاب''غلامانِ اسلام" تصنیف فرما کر ان کے تاریخی کارناموں پر تفصیلی روشنی ڈالی۔

یتیموں کی غم خواری:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے قبل کس مپرسی کی زندگی گزارنے والوں میں یتیم بھی تھے کہ جن سے کوئی الفت ومحبت کا معاملہ کرنے والا نہیں تھا، باپ کی چھوڑی ہوئی میراث پر قبضہ کرلیا جاتا اور یہ بے چارے تنگ دستی کی زندگی بسر کرتے، اور ہمدردی وغم خواری سے محروم ہوکر آلام ومصائب سے دوچار رہتے، لیکن آپؐ کی آمد ان غم میں بلکتے ہوئے بچوں کے آنسو پوچھنے اور ان کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھ کر حوصلہ دینے کے لئے بھی ہوئی، آپؐ خود یتیم ہوکر پروان

چڑھے اس لئے بھی یتیموں کے بارے آپ ؐ بہت زیادہ فکر مند رہتے اور خود قرآن نے بھی یتیموں کے انصاف اور ان کے مال میں خوب احتیاط کا حکم دیا۔

چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ کے جس بندے نے مسلمانوں میں سے کسی یتیم بچے کو لے لیا، اور اپنے کھانے میں شریک کرلیا، تو اللہ تعالی اس کو ضرور بالضرور جنت میں داخل کرے گا۔ (ترمذی: ۱۸۳۶) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ مسلمانوں کے گھرانوں میں بہترین وہ گھرانہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو، اور مسلمانوں کے گھروں میں بدترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جائے۔ (ابن ماجہ: ۳۶۷۷) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان بھی کیسا عجیب ہے کہ: جس شخص نے کسی یتیم کے سر پر صرف اللہ کے لئے ہاتھ پھیرا تو جتنے بالوں پر اس کا ہاتھ پھرا ہر ہر بال کے حساب سے اس کی نیکیاں ثابت ہوں گے۔ (مسند احمد: ۲۱۵۷۵)

بلا شبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت اور یتیموں سے محبت نے انہیں دنیا میں عزت و افتخار سے جینے کا حق دیا، دنیا کی تاریخ اس عظیم سلوک کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے کہ یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دینے والے نبی کے دل میں کس قدر بے کسوں کی محبت تھی؟ اور وہ کس بے چینی کے ساتھ معاشرہ کے ہر فرد کو اس کا حق دلانے کے لئے ہمہ وقت بے قرار رہتا تھا، آج دنیا اس کے عطا کردہ قانونِ الفت سے فیض پا رہی ہے اور انشاء اللہ قیامت تک فیض پاتے رہے گی۔

دیگر بے کسوں کی دلداری:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے نہ صرف عرب بلکہ ساری دنیا کے مظلموں، ستم رسیدوں، اور حالات کے ماروں کو جو امن وامان ملا اور راحت نصیب ہوئی یقینا یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساری دنیا پر ایک ایسا عظیم احسان ہے کہ جس کا بدلہ پوری انسانیت بھی نہیں ادا کرسکتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزدور پیشہ افراد کے ساتھ ادائے حق کی تعلیم دی اور فرمایا کہ: میں قیامت کے دن تین لوگوں کا دشمن ہوں گا، ان میں سے ایک وہ ہے جو مزدور سے کام تو پورا لے لیکن اجرت ادا نہ کرے۔(بخاری:۲۰۸۵) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تاکید فرمائی کہ: مزدور کو اجرت اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دیدو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جانوروں کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کرنے کی تعلیم دی اور دنیا کے ان تمام لوگوں پر آپؐ کی نظر رحمت پڑی جو کسی بھی اعتبار سے ظلم کا شکار ہوں، یا ان کے حقوق تلف کئے جارہے ہوں، اور وہ زمانہ کی چیرہ دستیوں سے تنگ آچکے ہوں۔ان تمام پر رحمت کی بارش برسی اور مرجھائی ہوئی انسانیت کو ایک بار از سرنو زندگی کا سرور عطا کیا اور دنیا والوں کے سامنے زبانی ہی نہیں بلکہ عمل اور کردار سے ان کی عظمتوں کو بیان کیا اور ان کے ساتھ وہ رحیمانہ وسلوک اور خیر خواہانہ رویہ اختیار کیا جس کے وہ سخت محتاج تھے، اور ایک مرتبہ پھر ساری دنیا کو جگا کر اپنی مبارک اور شفیق تعلیمات کا خوبصورت اور دل آویز گلدستہ عطا کیا جس کی مہک اس وقت سے شامِ آخر تک دنیا کو مہکاتی رہے گی۔

لمحہ فکریہ:

جس عظیم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کا مبارک مہینہ جس میں محسن انسانیتؐ دنیا میں جلوہ افروز ہوئے اور زمانہ کی تمام تاریکیاں آپؐ کے دم قدم سے چھٹ گئیں اور پوری دنیا روشن اور منور ہوگئی ،لیکن یہ بھی کیسی عجیب بات ہے کہ مسلمانوں نے صرف اس بات کا لحاظ رکھا کہ اسی مہینہ میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ،اور آپؐ کی آمد میں خوب خوشیوں کا اہتمام کیا، گلی کوچوں کو بقعہ نور بناڈالا لیکن آپؐ کی تعلیمات اور آپؐ کے اسوۂ حسنہ کو نا اپنا کر دل کی سیاہیوں کو دور نہ کرسکے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معجزانہ زندگی سے سبق حاصل کرنے سے کوسوں دور ہوتے چلے جارہے ہیں ، یہی وجہ ہے آج مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو بھلا کر گردو پیش سے بے خبر رہ کر زندگی گزار رہے ہیں ، کتنے نادار، مظلوم، مصائب سے دوچار، حالات کا شکار، تنگدستیوں کے مارے ،غربت وافلاس کے ستائے ، بیوگی اور یتیمی کے داغ لئے ، مجبوری وکس مپرسی کی زندگی جی رہے ہیں اور آمدِ رسول کا جشن منانے والے مسلمان اپنے محسن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دردوغم کو ان کی فکر وکڑھن کو بھول گئے اور صرف اظہارِ عقیدت کے غیر اسلامی طریقہ کو کامل ایمان داری اور سو فیصد مسلمانی سمجھ بیٹھیں ۔ جو نبیؐ ساری انسانیت کے دکھ درد کو لے کر دنیا میں آیا اور اپنے جانے سے پہلے ایک مثالی زندگی کا نمونہ چھوڑ گیا تا کہ صبحِ قیامت تک آنے والے اسی راستہ پر چل کر ابدی کامیابیوں سے ہمکنار ہوں۔

اس لئے ضروری ہے اوراس مہینہ کی حقیقی عظمت کا تقاضا بھی ہے کہ اپنے آقا کی سیرت کو اپناتے ہوئے ساری انسانیت کے لئے خیر خواہی کا ذریعہ بنیں، اور آپؐ کی مبارک تعلیمات کی روشنی میں انسانیت کی خدمت کر کے اسلام کے پیغام کو دنیا تک اور اپنے نبی کی سیرت کو انسانیت تک پہونچانے کا فریضہ ادا کریں۔اور رسمی دھوم دھام کے بجائے اصلی اتباع کا ثبوت پیش کریں۔

سلام اسؐ پر کہ جس نے بےکسوں کی دست گیری کی
سلامؐ اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اسؐ پر کہ جس نے زندگی کا راز سمجھایا
سلامؐ اس پر کہ جو خود بدر کے میدان میں آیا

اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہماری ذمہ داری

حسن اخلاق کا تعلق زندگی کے ہر شعبے سے ہے، کسی بھی انسان کے باکمال ہونے کا معیار مال و دولت نہیں ہے بلکہ اس کے بہترین اخلاق ہیں جو اس کی پہچان بن کر خود اس کی عظمت کا تعارف کراتے ہیں اور وہ حسن اخلاق ہی کی بنیاد پر اپنوں اور پرایوں کے دلوں پر حکمرانی کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس زمانہ میں تشریف لائے وہ یقینا دنیا کے اخلاقی بگاڑ کے عروج کا زمانہ تھا، انسانیت اخلاقی قدریں کھو چکی تھیں، شرافت اور پاکیزگی، ہمدردی و غم خواری، الفت و محبت، حقوق و فرائض، سبھی چیزیں ختم ہو چکی تھیں، اور معمولی معمولی باتوں پر جنگ و جدال اور قتل و قتال کا طویل سلسلہ چلتا، خاندانوں کے خاندان تہہِ تیغ ہوتے، قبیلے کے قبیلے اجڑ جاتے، ظلم و ستم، عداوت و دشمنی کا عجیب دور تھا، ایسے میں اسلام کا ہادی اور انسانیت کا محسن نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور دعوت دین کے آغاز سے قبل ہی اپنے بے مثال اخلاق اور بے نظیر کردار کی عظمت تمام لوگوں کے دلوں میں بٹھا دی، اور ہر ایک کی زبان آپ کے بلند اخلاق و کردار کے تذکروں سے تر رہتی، اور لوگ آپ کے حیرت انگیز اخلاق کو دیکھ کر

ہی آپ کو صادق و امین کے لقب سے پکارنے لگے، جب دعوت دین اور تبلیغ اسلام کی ذمہ داری کا آغاز فرمایا تو پھر اخلاق ہی کی کرشمہ سازی تھی کہ پتھر دل موم ہو گئے، دشمن بھی اس پیکر اخلاقؐ کے سامنے سرنگوں ہونے پر مجبور ہوئے، آپ کی مخالفت کرنے والے اور آپ کے راستے میں ہر ممکن رکاوٹ ڈالنے والے بھی اخلاق حسنہ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور آپ کے اخلاق ہی اسلام کے پھیلنے کا ذریعہ بنے اور لوگوں کو دامن اسلام کا وابستہ کرنے کا سبب بنے۔ اخلاق کی اہمیت میدانِ دعوت میں آ کر بہت بڑھ جاتی ہے، اور اچھے سے اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنا اور اپنی ذات کو حسن اخلاق سے آراستہ کرنا اور عمدہ صفات سے مزین کرنا ایک داعی اور مبلغ کے لئے انتہائی ضروری ہو جاتا ہے تاکہ وہ اس امانت کو بحسن وخوبی ادا کرنے والے بنیں جو اس کے کاندھوں پر ڈالی گئی اور دوسری امتوں کے مقابلے میں اس امت کو جو خیر امت کے لقب سے نوازا گیا ہے وہ اس کا صحیح مصداق بن سکے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو حسن اخلاق کا انمول نمونہ چھوڑا ہے اور آپ کے تربیت یافتہ صحابہ کرام نے جن اچھے اخلاق سے مزین ہو کر تبلیغ دین اور اشاعتِ اسلام کے فریضہ کو انجام دیا وہ ایک بہترین مثال ہے آنے والے لوگوں کے لئے کہ وہ بھی اسی کے مطابق اس ذمہ داری کو نبھا سکتے ہیں۔ یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ اخلاق کا دائرہ جتنا زیادہ پھیلا ہوا ہے آج اس کو اتنا ہی محدود سمجھ لیا گیا اور چند رسمی چیزوں کو انجام دیدینے اور رواجی آداب کو بجالانے کا نام حسنِ اخلاق تصور کر لیا گیا جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کو بیان کرنے والے علماء و محدثین نے

آپ کے اخلاق کی بڑی قیمتی تفصیلات پیش کی اور حضراتِ صحابہ کرامؓ نے مختلف پہلوؤں سے آپ کے متاثر کن اخلاق اور بے نظیر اوصاف بیان کئے۔اس لئے ایک داعی اور مبلغ کو ان تمام اخلاق کا جامع اور ان صفات کا حامل ہونا ضروری ہے جو سید لاولین والاخرین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اور آپ کے تربیت یافتہ صحابہ میں پائی جاتی تھیں۔

حسن اخلاق کی اہمیت:

اسلام میں حسن اخلاق کی بڑی اہمیت بیان کی گئی اور انسانوں کو زیورِ اخلاق سے آراستہ ہونے کی خوب ترغیب دی گئی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ :**أكمل المؤمنين أيماناأحسنهم خلقا**۔(ابوداؤد:۴۶۸۲)سب سے زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے ہوں۔آپؐ نے فرمایا کہ: قیامت کے دن مومن کے میزان میں اچھے اخلاق سے بڑھ کر وزنی کوئی چیز نہ ہوگی۔(ابوداؤد:۴۱۶۸) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ: قیامت کے روز مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جو تم میں اخلاق میں سب سے اچھے ہوں۔(ترمذی:۱۹۴۷) آپؐ نے بہت اہتمام کے ساتھ امت کو حسن اخلاق کی تعلیم دی۔خود آپؐ بلند اخلاق کا اعلی نمونہ ہیں قرآن میں آپ کی اس صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا گیا کہ:**وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ** (القلم:۴) یقیناتم اخلاق کے اعلی درجے پر ہو۔اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ: میں اس واسطے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاقی خوبیوں کو

کمال تک پہنچا دوں۔(موطا مالک:۱٦۱۱)

حسن اخلاق کی جھلکیاں:

کسی بھی انسان کے بااخلاق ہونے کی یہ علامت سمجھی جاتی ہے کہ وہ سامنے والے سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرے، اور یہی صفت نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بھی تھی کہ آپؐ مسکراتے چہرے کے ساتھ آنے والوں سے ملاقات فرماتے چناں چہ ایک روایت میں ہے کہ: عبداللہ بن حارثؓ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے زیادہ کسی کو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔آپؐ کا ایک ارشاد ہے کہ: تم حسن سلوک کی کسی قسم کو بھی حقیر مت سمجھو، اور اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ تم اپنے بھائی سے شگفتہ روئی کے ساتھ ملو۔(مسلم:٦٦٧٤)

حسن ملاقات کے ساتھ آپؐ کے اخلاق کا بڑا حصہ یہ ہے کہ آپؐ ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنے میں، اور پریشان حالوں کی مدد کرنے میں ہمیشہ آگے رہتے، اپنے پرائے ہر ایک کے ساتھ حسن سلوک اور خیر خواہی کا معاملہ کرنا آپ کا نمایاں وصف ہے، اس بارے میں آپ نے امت کو ترغیبیں بھی دیں اور انسانیت کے کام آنے کی تلقین بھی فرمائی، اللہ تعالی کے بندوں کی ضرورتوں کو پوری کرنے کا حکم بھی دیا، بیواؤں، یتیموں، بیماروں، مصیبت زدوں کے کام آنے کی تاکید فرمائی۔آپؐ کا ارشاد ہے کہ: تم دوسروں کی دیکھا دیکھی کام کرنے والے نہ بنو، کہ کہنے لگو کہ اگر اور لوگ احسان کریں گے تو ہم بھی احسان کریں گے، اور اگر

دوسرے لوگ ظلم کا رویہ اختیار کریں گے تو ہم بھی ویسا ہی کریں گے، بلکہ اپنے دلوں کو اس پر پکّا کرو کہ اگر اور لوگ احسان کریں تب بھی تم احسان کرو، اگر اور لوگ برا سلوک کریں تب بھی تم ظلم اور برائی کا رویہ اختیار نہ کرو۔ (بلکہ احسان ہی کرو) (ترمذی:۱۹۲۶)

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ:

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ۶۳ سال کی زندگی گزاری۔ آپ کی نبوت کی سب سے اعلیٰ، ارفع اور بہترین دلیل یہ ہے کہ آپ نے ساری زندگی ایک دفعہ بھی جھوٹ نہیں بولا، ساری زندگی خیانت کے کبھی مرتکب نہیں ہوئے، کبھی فحش گوئی نہیں کی، زبان پر مکمل کنٹرول تھا، لسانِ مبارک سے کبھی کوئی غلط بات نہیں نکلی۔ نبوت سے پہلے بھی آپ کی اعلیٰ عادات اور خصائل بڑے منفرد اور بے مثل تھے۔ (آفتابِ نبوت کی سنہری شعاعیں:۶۸)

آپؐ کے اخلاق کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے زیادہ حسین اور اچھے اخلاق والا کوئی بھی نہیں تھا۔ (خصائل نبوی کا دلآویز منظر:۸۷)

خادمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ: میں نے دس برس حضور اقدسؐ کی خدمت کی ہے مجھے کسی بات پر حضور اکرمؐ نے اُف تک نہیں فرمایا نہ کسی کام کے کرنے میں یہ فرمایا کہ کیوں کیا اور اسی طرح نہ کبھی کسی کام کے نہ کرنے پر یہ نہ فرمایا کہ کیوں نہیں کیا، حضورؐ اخلاق میں تمام دنیا سے بہتر تھے۔ (خصائل نبوی شرح شمائل نبوی:

(۴۸۰

آپؐ کا یہ سلوک ہر کسی کے لئے تھا، آپؐ نے خوش خلقی ہی کے ذریعہ انسانی دلوں کی کایا پلٹی اور ہمیشہ کے لئے اپنا گرویدہ بنایا، دعوت کے میدان میں ہر داعی کو ان اوصاف سے آراستہ ہونا انتہائی ضروری ہے، لوگ اس کی خوش کلامی، حسن اخلاق سے اسلامی تعلیمات سے الفت کرنے والے بنیں، زبان و دل ہر ایک کے لئے پاک وصاف ہو، ملنساری اور خوش مزاجی کا برتاؤ سب کے لئے یکساں، جانے اور انجانے ہر ایک سے اچھے اخلاق کا مظاہرہ ہو، تبھی جا کر دعوت دین کے فریضہ کو بہتر طور پر انجام دیا جا سکتا ہے۔

دشمنوں کے ساتھ حسن اخلاق:

دعوتِ دین اور تبلیغ اسلام کا فریضہ نہایت مہتم بالشان ہے اس میں ان ہی اداؤں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے جو داعی اعظم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عملا اختیار کر کے بتایا، آپ جتنے اچھے اخلاق کا معاملہ اپنوں کے ساتھ فرماتے اتنے اچھے اخلاق کا سلوک اجنبیوں بلکہ دشمنوں کے ساتھ بھی فرماتے، آپؐ کے حسن اخلاق کو دیکھ کر ہی دشمنوں نے اسلام کا کلمہ پڑھا اور آپ کی محبت میں جان و دل نچھاور کیا۔ میدان دعوت میں انسان کو مختلف مزاج کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے، اچھے اور بُروں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ایسے موقع پر اگر دامن اخلاق کو مضبوطی سے تھاما رکھا جائے تو پھر اخلاق و کردار کی بلندی دشمن کو بھی سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کر دے گی۔ سیرت

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایسے ان گنت واقعات ہیں کہ آپؐ نے دشمنوں کے ساتھ بھی حسن اخلاق کا عجیب وغریب مظاہرہ فرمایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو دل بغض وعداوت سے بھرے ہوئے تھے وہ آپؐ کی الفت میں جان لٹانے تیار ہو گئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رات کو ایک آپؐ کا مہمان ہوا، آپؐ نے ایک بکری کا دودھ اس کے سامنے پیش کیا وہ پی گیا، پھر دوسری بکری دوہی گئی، وہ دودھ بھی بلا تامل پی گیا، پھر تیسری، چوتھی یہاں تک کہ سات بکریاں دوہی گئیں اور وہ سب کا دودھ پیتا گیا، آپؐ نے کوئی تنغض ظاہر نہ فرمایا، شاید اسی حسن اخلاق کا اثر تھا کہ وہ صبح کو مسلمان ہو گیا۔ (سیرت النبی: ۲/۲۱۷)

سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح کے واقعات سے لبریز ہیں کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حسن اخلاق سے لوگوں کو متاثر کیا، اور لوگ خود جوق در جوق دائرہ اسلامی میں داخل ہوتے گئے۔ نبی نے تو ان اخلاق کا مظاہرہ دشمنوں کے ساتھ کیا آج افراد امت اپنے لوگوں اور ایک مسلمان کے ساتھ رہنے کے لئے تیار نہیں۔

دعوت دین اور عفو درگزر:

میدانِ دعوت میں عفو ودرگزر کی بھی ضرورت پڑتی ہے، چشم پوشی، نظر اندازی کا معاملہ بھی کرنا پڑتا ہے یہ بھی حسن اخلاق ہی کا ایک پہلو ہے کہ وہ معاندین کو، مخالفین کو اور برُا چاہنے والوں کے ساتھ عفو ودرگزر کا سلوک کرے، ان کی غلطیوں کو معاف کرے، اور ان کے ساتھ

چشم پوشی کا معاملہ کرے، قرآن کریم میں اس کا حکم دیا گیا اور سیرت رسول ﷺ میں یہ عنوان بہت جلی نظر آتا ہے، نبی کریم ﷺ نے بڑے بڑے دشمنوں کو معاف کیا، خون کے پیاسوں کو نظر انداز کیا، اور صبح وشام ایذا رسانیوں کے منصوبے بنانے والوں کو بھی سینے سے لگایا، مکہ مکرمہ کی تیرہ سالہ زندگی میں ظلم وستم کی حدود کو ختم کردینے والوں کے ساتھ فتح مکہ کے موقع پر جو سلوک آپؐ نے فرمایا وہ دنیائے انسانیت کی نہایت انوکھی تاریخ ہے، عفو ودرگزر کا جو عمومی برتاؤ آپؐ نے فرمایا اس سے دشمنوں کے ہواس باختہ ہوگئے، ان کے تصور سے بھی یہ بات باہر تھی کہ کیا ان کے ساتھ اس درجہ رحم کا اور عفو درگزر کا معاملہ ہوگا؟ لیکن نبی رحمت ﷺ نے ایسا عجیب اعلان فرمایا کہ **من دخل دار ابی سفیان فھو امن ،ومن اغلق بابه فھو امن**۔(ابوداؤد:۲۶۲۹) جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا وہ مامون ہے، جو اپنے گھر کا دروازہ لگالے وہ بھی مامون ہے۔ابوجہل کے بیٹے عکرمہ جن کی زندگی کا ایک لمبا حصہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کی عداوت میں گزرا، فتح مکہ کے وقت جب ان کی اہلیہ ایمان لاچکی، اور رحمت والفت کے اس منظر کو دیکھ کر اپنے شوہر عکرمہ کو یمن سے واپس آنے اور اسلام قبول کرنے کے لئے خط لکھا جب عکرمہ آنے لگے اور آتے ہوئے نبی کریم ﷺ کو نظر آگئے تو آپؐ نے فرطِ مسرت میں کھڑے ہوکر فرمایا کہ: **مرحبابالراکب المھاجر**۔(سیرت النبی:۲/۲۱۵)

سخت سے سخت دشمنوں کو معاف فرماکر آنے والے انسانوں کو نبی کریم ﷺ نے پیغام دیا کہ دعوت دین کے لئے ہر ایک کی غلطی اور خطا کو بھلا کر سینے سے لگانا ہوگا اور اخلاق وکردار

کے حیرت انگیز ہتھیار سے ان کو آغوش اسلام میں لینا ہوگا۔

دلوں کی پاکی وصفائی:

حسن اخلاق چند ظاہری شکلوں اور بے معنی صورتوں کا نام نہیں بلکہ حسن اخلاق ایک وسیع مفہوم رکھنے والا عمل ہے۔ بری صفات اور باطنی بیماریوں سے قلب وجسم کو پاک کر کے اوصاف حمیدہ سے مزین ہونے کا نام ہے۔ دل کا پاک وصاف ہونا اور ہر ایک لئے خیر خواہ ہونا بغض و حسد، تکبر اور عناد، وغیرہ سے صاف ہونا بھی حسنِ اخلاق ہی کا نتیجہ ہے۔

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں کہ:

> ''اخلاق درحقیقت دل کی کیفیات کا نام ہے، دل میں جو جذبات اٹھتے ہیں اور جو خواہشات دل میں پیدا ہوتی ان کا نام اخلاق ہے، پھر اچھے اخلاق کے معنی یہ ہیں کہ انسان کے جذبات میں اچھی اور خوشگوار باتیں پیدا ہوتی ہوں اور برے اخلاق کے معنی یہ ہیں کہ اس کے دل میں خراب اور غلط خواہشات پیدا ہوتی ہوں، لہذا شریعت کا ایک اہم حصہ یہ ہے کہ انسان اپنے اخلاق کی اصلاح کرے اور دل میں پرورش پانے والے جذبات کو اعتدال پر لائے۔(اصلاحی خطبات:۹/۴/۱۵)

جو اچھے اخلاق سے آراستہ ہوگا وہ ہر ایک کے لئے امن وسلامتی، اور ہمدری وخیر خواہی کا

ذریعہ بنے گا اور اپنی ذات سے ہر انسان کو فائدہ پہنچانے والا بنے گا، دعوت دین میں تو قدم قدم پر اس کی ضرورت ہوتی ہے کیوں کہ اگر دل اخلاق رذیلہ سے آلودہ ہوگا، اور اندرون میں باطنی بیماریوں کے جراثیم ہوں گے تو کارِ دعوت کیسے مؤثر ہوگا اور اسلامی تعلیمات کی ترجمانی کیوں کر ہوسکتی ہے۔ مولانا منظور نعمانیؒ فرماتے ہیں کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے جن مقاصد کو قرآن مجید میں ذکر کیا گیا ،اس میں ایک یہ بھی بتایا گیا کہ آپ کو انسانوں کا تزکیہ کرنا ہے (ویزکیھم) اور اس تزکیہ میں اخلاق کی اصلاح اور درستی کی خاص اہمیت ہے۔ (معارف الحدیث: ۲/۱۶۴)

لمحہ فکریہ:

نفرت وعداوت سے جھلسے ہوئے ماحول میں، اور مسلمانوں کے خلاف چلائے جانے والے جھوٹے پروپیگنڈے کے دور میں حسن اخلاق سے آراستگی کی بہت ضرورت ہے، یہ ایک ناقابلِ فراموش سچ ہے کہ دنیا میں اسلام کا پیغام پھیلا ہے تو اس میں اخلاق کا غیر معمولی کردار رہا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانوں دلوں کو اسلام سے متاثر کیا ہے تو اخلاق ہی کے ذریعہ، اور دنیا کے دور دراز علاقوں میں اسلام کے پرچم لے کر پہنچنے والے صحابہؓ نے بھی اخلاق نبوی کی جھلکیاں دنیا والوں کے سامنے پیش کی کہ لوگ دیوانہ وار ان پر نثار ہونے لگے۔ جن اخلاق کا

مظاہرہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دشمنوں کے ساتھ کیا سچی بات ہے کہ ہم اپنوں کے ساتھ بھی وہ معاملہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔سارے عالم کے انسانوں کی ہمدردی تو کجا اپنوں کی فلاح و بہبودی کو دیکھ کر چراغ پا ہونے والے،اور دلوں میں ایک دوسری کی نفرتیں،عداوتیں،بغض و کینہ بھرا ہوا ہو تو پھر بھلا اس عظیم فریضہ کی ادائیگی بحسن وخوبی کس طرح انجام پائے گی۔

محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت اور تقاضے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ایمان کا لازمی جزو ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوتا ہے، قرآن وحدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جہاں اطاعت وفرماں برداری کا حکم دیا وہیں آپ سے محبت کرنے کی تعلیم دی گئی، صحابہ کرام کی زندگیاں محبتِ رسول سے سرشار تھیں، وہ اپنے نبی کو دل و جان سے بڑھ کر چاہتے اور ان پر اپنی جان چھڑکتے تھے، محبت رسول میں ان لوگوں نے بڑی بڑی قربانیاں دیں اور دنیا والوں کو بتایا کہ ہر رشتہ سے بڑھ کر نبی کا رشتہ ہے اور ہر ایک کی محبت سے زیادہ عزیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہے۔ دنیوی تعلقات اور رشتوں کی بناء پر اور دنیوی مال ومتاع کی وجہ سے اگر محبت رسول میں کمی ہوگی یا اس سے صرف نظر کیا جائے گا تو قرآن کریم میں اس سلسلہ میں بڑی سخت وعید بیان کی گئی۔

ارشاد ہے: قُل اِن کَانَ اٰبَآؤُ کُم وَ اَبنَآؤُ کُم وَ اِخوَانُکُم وَ اَزوَاجُکُم وَ عَشِیرَتُکُم وَ اَموَالُ اقتَرَفتُمُوهَا وَ تِجَارَةٌ تَخشَونَ کَسَادَهَا وَ مَسٰکِنُ تَرضَونَهَا اَحَبَّ اِلَیکُم مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَ جِهَادٍ فِی سَبِیلِهٖ فَتَرَ بَّصُوا حَتّٰی یَاتِیَ اللّٰهُ بِاَمرِهٖ (التوبۃ : ۲۴)(اے

پیغمبر! مسلمانوں سے) کہہ دو کہ: اگر تمہارے باپ بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، اور تمہارا خاندان، اور مال و دولت جو تم نے کمایا ہے، اور وہ کاروبار جس کے مندا ہونے کا تمہیں اندیشہ ہے، اور وہ رہائشی مکان جو تمہیں پسند ہیں، تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے، اور اس کے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں، تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ صادر فرمادے۔ امام قرطبیؒ نے اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ: **وفی الایة دلیل علی وجوب حب اللہ وحب رسوله، ولا خلاف فی ذلک بین الائمة، وان ذلک مقدم علی کل محبوب**۔ (الجامع للقرطبی: ۱۰/۱۴۱) کہ یہ آیت اللہ اور اس کے رسول سے محبت کی فرضیت پر دلالت کرتی ہے، اس میں ائمہ کے درمیان اختلاف نہیں ہے، اور یہ محبت ہر محبوب چیز سے مقدم ہے۔

محبت رسول کی اہمیت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس معاملہ میں اہم ترین ہدایات دیں اور اپنی محبت کو ہر ایک پر فائق ہونے کو کمال ایمان کی نشانی بتائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **والذی نفسی بیدہ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والدہ وولدہ والناس اجمعین**۔ (بخاری، حدیث نمبر: 14) کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن کامل نہیں بن سکتا جب تک کہ اس کے دل میں اس کے والد، اس کی اولاد، اور دنیا

کے تمام لوگوں سے میری محبت زیادہ نہ ہوجائے۔ایک مرتبہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ: قیامت کب آئی گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: قیامت کے لئے کیا تیار کر رکھا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ: اے اللہ کے رسول ! میں نے بڑی مقدار میں نماز اور روزے نہیں تیار کرر کھے ہیں مگر یہ کہ مجھے اللہ اوراس کے رسول سے محبت ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ تونے محبت کی۔(ترمذی،حدیث نمبر:۳۰۲۰)

محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے مومن نکھرتا ہے اور حلاوتِ ایمانی میسر ہوتی ہے۔ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: تین چیزیں ایسی ہیں کہ اس کی وجہ سے ایمان کی حلاوت نصیب ہوگی: ایک وہ شخص جس کو اللہ اور اس کے رسول سب سے زیادہ محبوب ہوں۔دوسرے جو کسی مسلمان سے صرف اللہ کے لئے محبت کرے۔تیسرے وہ جس کو اللہ نے کفر سے بچا یا لیا ہو اور وہ واپس کفر کی طرف جانے کو ایسے ہی ناپسند کرتا ہو جیسا آگ میں ڈالے جانے کو۔(بخاری،حدیث نمبر:۱۵)

ایک حدیث میں آپ نے فرمایا کہ: تم اللہ سے محبت کرو کیوں کہ وہ تم کو غذا میں اپنی نعمتیں کھلاتا ہے،اور مجھ سے محبت کرو کیوں کہ اللہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔(ترمذی،حدیث نمبر:۳۷۵۱)حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اسلام لانے کے بعد ہمیں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے بہت خوشی ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم اسی ساتھ ہوگے جس کے ساتھ

تمہیں محبت ہوگی۔(بخاری،حدیث نمبر:۳۴۳۵)) صحابہؓ کو چوں کہ اللہ کے نبی ہی سے زیادہ محبت تھی اس لئے وہ اس فرمان سے خوش ہو گئے کہ قیامت کے دن بھی ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہی ہوں گے۔انسان جس سے محبت کرتا ہے وہ ہر وقت اپنے محبوب کی اطاعت اور فرماں برداری کرتا ہے،عربی کا مقولہ ہے۔"ان المحب لمن یحب۔۔۔"کہ محب اپنے محبوب کا مطیع ہوتا ہے،اسے ہر آن یہی فکر لاحق ہوتی ہے میری کسی ادا اور حرکت سے میرے محبوب کو تکلیف نہ ہو اور میرا کوئی عمل میرے محبوب کی ناراضگی کا سبب نہ بنے۔

محبت رسول ﷺ اور صحابہ کرام:

اس روئے زمین پر نبی کریم ﷺ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے اور آپ کو ٹوٹ کر دل وجان سے زیادہ چاہنے والے صحابہ کرام تھے۔حضراتِ صحابہ کرامؓ نے نبی کریم ﷺ سے سچی محبت کر کے دکھائی اور حقیقی محبت کے تقاضوں کو پورا بھی کیا،اور آنے والے انسانوں کے سامنے محبت رسول اور اس کے حقیقی تقاضوں کو کیسے پورا کیا جائے اس کا طریقہ بھی بتایا۔چند واقعات محبت رسول ﷺ کے ملاحظہ فرمائیں اور صحابہ کرام کی محبت ہی نہیں بلکہ آپ کی پیروی اور آپ کی محبت میں اطاعت وفرماں برداری کی اداؤں کو دیکھیں کہ ان لوگوں نے کیسے محبت کے تقاضوں کو پورا کیا اور اس کے لئے کیسی کیسی قربانیاں دیں۔

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:تمہاری دنیا میں سے مجھے تین چیزیں محبوب

ہیں۔خوشبو،نیک بیوی اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے! نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے پناہ محبت کرنے والے صدیق اکبرؓ نے فرمایا: اے اللہ کے نبی! مجھے تین چیزیں پسند ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کو دیکھنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر مال خرچ کرنا، اور یہ کہ میری بیٹی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں رہے۔(عشق رسول: ۹۳)

ایک موقع پر حضرت عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عمر کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، اسی دوران حضرت عمر نے فرمایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے آپ اپنی جان کے علاوہ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ آپ سے محبت ہے۔اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر! تم کیا کہتے ہو؟ اگر بات ایسی ہی ہے تو تم ابھی کامل ایمان والے نہیں ہوئے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ: تم پر لازم ہے کہ میری ذات تمہارے نزدیک تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب ہو، اس کے بغیر تمہارا ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔جب حضرت عمرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سنا تو کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! اب آپ کی ذات میری جان سے بھی زیادہ عزیز اور محبوب ہے۔تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عمر تمہارا ایمان اب مکمل ہوا۔(بخاری ،حدیث نمبر:)

حضرت زید بن دثنہؓ دشمنوں کے ہاتھوں گرفتار ہوگئے، جب ان کو قتل کرنے کے لئے لے جانے لگے اس وقت ابوسفیان نے ان سے پوچھا کہ اے زید! میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ سچ بتاؤ کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ تم اپنے بیوی بچوں کے پاس رہو اور تمہاری

جگہ تمہارے نبی ہو؟ حضرت زید نے تڑپ کر کہا: اللہ کی قسم ! مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ میں اپنے اہل میں رہوں اور میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کانٹا چبھے۔ یہ سن کر ابوسفیان نے کہا کہ میں کہیں نہیں دیکھا کہ کسی سے اتنی محبت کی جاتی ہو جتنا مسلمان اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کرتے ہیں۔(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ:۲ / ۱۳۵)یہ دو تین واقعات صرف نمونہ کے لئے ہیں ،ورنہ حضراتِ صحابہ کرامؓ کی تاریخ اور سیرت اس طرح کے ان گنت واقعات سے بھری ہوئی ہیں ۔عجیب وغریب ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت تھی ،اوران کو اپنی جان سے زیادہ عزیز ترین چیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک تھی۔

اطاعت وفرماں برداری:

حضراتِ صحابہ کرام نے صرف زبانی دعوے محبت اور عشق کے نہیں کئے بلکہ محبت کی کسوٹی اور عشق و وفا کے پیمانے پر کھرے اترنے والے ان جاں نثاروں نے اپنے ایک ایک کردار وعمل ،اورایک ایک ادا سے اپنے نبی فداہ ابی وامی سے محبت اوروالہانہ محبت کا ثبوت دیا۔

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی میں خطبہ دے رہے تھے،عبداللہ بن رواحہؓ صحن مسجد میں داخل ہونے والے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ آواز سنائی پڑی "کہ سب لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھ جائیں" اس آواز کو سنتے ہی عبداللہ بن رواحہؓ فوراوہاں راستہ ہی میں بیٹھ گئے۔خطبہ ختم ہونے پر لوگوں نے سمع وطاعات کا یہ واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا ،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں!

عبداللہ بن رواحہ ایسے ہی ہیں ،اللہ ان کی حرص کو اللہ اور اس کی رسول کی اطاعت میں زیادہ کرے ۔(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ: ۴/ ۶۶)

ایک صحابی ہیں حضرت حزیم اسدیؓ ان کے بارے میں ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: حزیم اچھا آدمی ہے ۔اگر دو باتیں نہ ہوں ایک سر کے بال بہت بڑھے رہتے ہیں ۔دوسرے لنگی ٹخنوں سے نیچے باندھتا ہے ۔ان کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد پہنچا؛ فوراً چاقو لے کر بال کانوں کے نیچے سے کاٹ دیئے اور لنگی آدھی پنڈلی تک باندھنا شروع کر دیا۔(حکایاتِ صحابہ: ۱۱۶)ایک صحابی نے اپنے گھر پر قبہ بنا رکھا تھا ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہاں سے گذر ہوا آپ نے اس کو دیکھ کر ناگواری کا اظہار کیا، جب یہ بات وہ صحابی کو معلوم ہوئی تو اس قبہ کو مسمار کر دیا اور اس کا نام ونشان مٹا دیا۔(انوارِ ہدایت: ۱۱۳)

اس طرح کے ان گنت واقعات ہیں جن سے حضراتِ صحابہ کرام کی اطاعت وفرماں برداری نمایاں ہوتی ہیں، ان لوگوں نے سچی محبت کی نبی کے اشاروں پر اپنا سب کچھ قربان کیا اور دنیا والوں کو بتا دیا کہ حقیقی محبت کیا اور کیسے ہوتی ہے؟؟؟

محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تقاضے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کے دعوے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے جو عملی تقاضے ہیں ان کو پورا کیا جائے ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی علامت یہ ہے کہ آپ کی اتباع اور پیروی

کی جائے اور آپ کی مبارک سنتوں پر عمل پیرا ہوا جائے۔قرآن کریم میں مختلف مقامات پر اللہ کی اطاعت کی ساتھ نبی کی اطاعت کا حکم دیا، یہاں تک فرمایا گیا کہ اگر کوئی اللہ سے محبت کا دعوی کرے تو اسے لازمی طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع واطاعت کے ذریعہ اس کا ثبوت دینا پڑے گا اگر وہ اتباع رسول میں ناکام ہے تو اس کا دعویٔ محبت الٰہی بھی دکھاوا ہوگا۔ چناں چہ ارشاد ہے: (اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو ،اللہ تم سے بھی محبت کرے گا اور تمہاری خاطر تمہارے گناہ معاف کردے گا۔(آل عمران :۳۱)مفسرین نے لکھا ہے کہ: اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی علامت یہ ہے کہ دونوں کی اطاعت کی جائے۔اور لکھا ہے کہ: نبی کریم سے محبت کی علامت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں سے محبت کرنا ہے۔(تفسیر قرطبی:۵ / ۹۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشا ہے کہ: جو شخص میری سنت سے محبت رکھتا ہے درحقیقت وہی مجھ سے محبت رکھتا ہے، اور جو مجھ سے محبت کرے گا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔(مشکوۃ:۱ / ۳۸۳)اور بعض احادیث میں ارشاد ہے کہ: جس نے میری سنت کو زندہ کیا وہ مجھ سے محبت کرنے والا ہے، اور جو مجھ سے محبت کرے گا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔(ترمذی:۲۶۲۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور آپ کی اطاعت کے بغیر محبت کا تصور لاحاصل ہے، چوں کہ جو محب اور عاشق ہوگا وہ یقینا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت وفرماں برداری اپنی پوری زندگی لگا دے گا۔عربی شاعر نے کہا ہے:

تعصی الرسول و انت تظهر حبه　　هذا العمری فی الفعال بدیع

لو کان حبک صادقا لاطعتہ ان المحب لمن یحب یطیع

''یعنی تم رسول ﷺ کی محبت کا دعوی کرتے ہو اور ساتھ ہی ان کے فرمان کی خلاف ورزی بھی کرتے ہو، کس قدر عجیب بات ہے۔ اگر واقع تمہارے دل میں ان کی محبت ہوتی اور تم اپنے دعوی میں سچے ہوتے تو کبھی ان کی اطاعت کرتے، اس لئے کہ ہر محب اس کی اطاعت کرتا ہے جس کو چاہتا ہے۔''

ایک دن نبی کریم ﷺ وضو فرما رہے تھے تو سارے صحابہ نبی کریم ﷺ کے وضو کے پانی کو اپنے اعضا اور بدن پر مل رہے تھے، نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ تمہیں کس بات نے اس چیز پر ابھارا، تو صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کی محبت نے! اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو یہ بات اچھی لگے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھے یا اللہ اور اس کا رسول اسے محبت کرے تو چاہیے کہ جب بات کرے تو سچ بولے، جب امانت رکھی جائے تو بلا تاخیر ادا کرے، اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرے۔ (شعب الایمان للبیہقی: ۱۴۳۹)

بہر حال نبی کریم ﷺ سے محبت کے لئے چند کاموں کو کرنا پڑے گا ان تمام کو خلاصہ کے طور پر کہا جائے تو یہی کہا جا سکتا ہے پوری زندگی کو نبی کریم ﷺ نے اسوہ کے مطابق ڈھالنا اور ہر عمل میں اتباع سنت کا اہتمام کرنا یہ حب رسول کی سب سے بڑی اور اہم علامت اور اس کا سب سے بنیادی تقاضا ہے اس کے بغیر عشق و محبت کی باتوں، اور بلند و بانگ دعووں

،فلک شگاف نعروں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ہم:

محبت رسول کی حقیقت کو سمجھتے ہوئے اور اس کو تقاضوں کو جانتے ہوئے ہمیں اپنی زندگی کا جائزہ لینا چاہیئے کہ ہمارے اندر کس درجہ کی محبت ہے،ہم نے آج تک محبت رسول کے کتنے تقاضوں کو پورا کیا،ہماری عملی زندگی اور صبح وشام سیرت رسول اور سنت رسول کے موافق ہے یا مخالف؟؟؟

آج امت نے ظاہری رسم ورواج کو عشق ومحبت کی علامت قرار دے لیا،حقیقی تقاضوں اور اس کے مطالبات کو یکسر فراموش کردیا،زبان سے بڑے بڑے عشق ومحبت کے دعوے کرنے والے عاشقوں کے کردار وعمل سے کوئی جھلک ہی نہیں دکھائی دیتی ہے۔بس سڑکوں پر جلسے کرنا،رات دیر گئے تک محلوں والوں کی اذیت کا سبب بننا،گلیوں اور چوراہوں کو جھنڈیوں اور قمقموں سے سجادینا، نبی کی سیرت کے عنوان پر تمام خلاف سیرت کاموں کو انجام دینا،میوزک اور ڈی جے کی آواز پر دھوم مچانا،ان کاموں کو لوگوں نے عشق ومحبت کی علامت سمجھ لیا،اور عملی زندگی کو بدلنے اور اصلاح وانقلاب کے راستے کو اختیار کرنے سے کوسوں دور ہوگئے۔قاری سید صدیق احمد باندویؒ نے کہا ہے:

عشقِ نبی کا دعوی تو آسان بہت ہے اے ثاقبؔ فرمانِ نبی پر عامل ہونا سب کے سب کی بات نہیں

اور مولانا حمید الدین عاقل حسامیؒ نے کہا:

زیبا نہیں دعوئے عشقِ نبی ابھی   صورت بنی ہے ان کی نہ سیرت بنی ابھی

اس لئے ضرورت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سچی محبت کی جائے، آپ کی اداؤں اور اسوہ کو جز و زندگی بنایا جائے، اور محبت رسول میں جو کام ہمیں کرنے ہیں اور جن تقاضوں کو بجالانا اس میں کسی قسم کی کاہلی اور لاپرواہی نہ برتی جائے، تبھی محبت رسول حقیقت میں نصیب ہوگی اور پھر اس کے تقاضوں کو پورا کرنا آسان ہوگا۔

چھوٹوں کی حوصلہ افزائی سیرتِ رسولؐ کی روشنی میں

سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بے شمار پہلو ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دنیا کے ہر طبقہ اور ہر انسان کے لئے نمونہ بنا کر بھیجا گیا، اور قیامت تک کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کی مبارک زندگی سے انسانیت فیض یاب ہوتی رہیں گی، اللہ تعالی نے آپؐ کی حیات طیبہ کو ہر اعتبار سے جامع اور مکمل بنایا جس میں انسانیت کے ہر طبقہ اور سماج کے ہر فرد کی تعلیم وتربیت کے زرین اصول بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ آپؐ کا یہ بھی کمال ہے کہ آپؐ نے ہر آدمی کے ذوق ومزاج کی رعایت بھی کی اور مختلف صفات کے حامل افراد کی حوصلہ افزائی فرمائی، آپؐ نے خوبیوں اور کمالات کے پیکروں کو تیار کیا اور جس میں جو خوبی دیکھی اس کی بھرپور تعریف فرما کر ان کے حوصلوں کو بلند کیا اور شوق و جذبات کو پروان چڑھایا، بلاشبہ آپؐ دنیا کے سب سے بڑے ماہر نفسیات ہیں کہ جن کی وسعتِ فکر ونظر اور کشادہ قلبی نے دنیا کو نہایت ہی قیمتی اور نایاب افراد صحابہ کرامؓ کی شکل میں عطا کئے، اور مختلف میدانوں کے بے مثال شہسوار مہیا کئے۔ سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپؐ نے کم عمر افراد کو بھی قدر کی نگاہوں سے دیکھا، نوعمروں کی صلاحیتوں کا بھی

اعتراف فرمایا، بچوں کی کوششوں کو بھی سراہا، اگر کوئی خوبی یا کمال لے کر دربارِ نبوت میں حاضر ہوتا تو ضرور وہ دعاؤں اور نیک تمناؤں کو حاصل کر کے واپس ہوتا، آپؐ نے انسانوں کی قابلیتوں کو ضائع ہونے نہیں دیا بلکہ جو جس میدان میں دلچسپی رکھتا آپؐ نے اسی میدان میں اس کے جوہر نکھارے، آپؐ نے کم سنوں کے بارے میں بے التفاتی نہیں برتی اور نہ ہی ان کی ہمتوں کو پست کیا، بھلا یہ کیسے ہوسکتا کہ جس نے خود اپنی مبارک زبان نبوت سے انسانوں کو خیر کی کانیں قرار دیا ہو وہ کیسے کسی باصلاحیت یا شوق سے لبریز انسان کو نظر انداز کرسکتا؟

عام طور پر چھوٹوں کے ساتھ آپؐ کے سلوک کا عنوان سامنے آتے ہی ہمارا ذہن اس طرف تو ضرور جاتا ہے کہ آپؐ نے ان پر اپنی محبتوں کو نچھاور کیا لیکن اس جانب بہت کم توجہ دی جاتی ہے کہ آپؐ نے نوعمروں، اور کم عمروں کی استعداد کو کس طرح دین کے لئے قبول کیا اور ان کی کوششوں کو سراہتے ہوئے کس انداز میں آپؐ نے ان کو بھی بڑی بڑی ذمہ داریاں دین و دعوت کی سپرد کیں۔ یہ حقیقت ہے کہ مختلف افراد کی صلاحیتوں کو مختلف میدانوں میں استعمال کرنے سے کام کے لوگ تیار ہوتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اسی طریقہ پر ہر ایک کو موقع دیا کہ وہ اپنے جوہر اسلام کے لئے استعمال کریں اور کم عمری کے باوجود خدا کی عطا کردہ خوبیوں کو بروئے کار لائیں۔ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ: جب کسی بچہ میں اخلاق حسنہ پائے جائیں ، اور اچھی صفات موجود ہوں تو اس کی تکریم کرنی چاہیئے اور لوگوں کے سامنے اس کی تعریف کرنی چاہیئے تا کہ ہمت افزائی ہو۔ (احیاء العلوم : ٣/٦٣ بحوالہ اطفال المسلمین کیف ربا ھم النبی

:۱۶۲)اس ضمن میں جب ہم سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں تو ایسے ان گنت واقعات دکھائی دیتے ہیں جس میں آپؐ نے دیگر حضرات کے ساتھ اس طبقہ کو ابھارا بھی اوران کی صلاحیتوں کا اعتراف بھی کیا۔

آپؐ نے اپنے اصحاب میں سے مختلف صفات کے حاملین کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ :ارحم أمتي بأمتي ابوبكر،وأشدهم في أمر الله عمر، واصدقهم حياء عثمان،واقضاهم علي ، وأعلمهم بالحلال والحرام معاذبن جبل، وأفرضهم زيد بن ثابت ،وأقرؤهم أبي بن كعب،لكل أمة أمين ،وأمين هذه الأمة أبوعبيد ة بن الجراح (رضي الله عنهم أجمعين)(اسدالغابۃ:۱/۱۶۹ بیروت)میری امت میں سب سے زیادہ رحم دل ابوبکر ہیں، اللہ کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخت عمر ہیں، شرم وحیاء میں سب سے زیادہ عثمان ہیں، سب سے بڑے قاضی علی ہیں، میری امت میں حلال وحرام کے بارے میں سب سے زیادہ جاننے والے معاذ بن جبل ہیں، علمِ فرائض میں سب سے بڑے عالم زید بن ثابت ہیں، میری امت میں سب سے بڑے قاری ابی بن کعب ہیں، ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے، اوراس امت کا امین ابوعبیدۃ بن جراح ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنی ابتدائی عمر میں مسجد نبوی میں رات کو قیام فرماتے تھے آپؐ نے فرمایا کہ:نعم الرجل عبدالله لو كان يصلي من الليل ۔(کہ عبداللہ بہت اچھا آدمی ہیں اگر وہ رات کو نماز پڑھتا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کے بعد تا حیات ابن عمر نے رات کی

عبادت نہیں چھوڑی۔(اطفال المسلمین کیف رباھم النبی الامین:۱۶۰)

حضرت عمیر بن وقاص ؓ کم عمر صحابی تھے، سترہ سال کی عمر ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوٴ بدر کے لئے روانہ ہونے والے ہیں، اس موقع پر حضرت عمیر ؓ مسلمانوں کے لشکر میں چھپ چھپائے پھر رہے تھے، آپ ؓ کے بھائی سعد ؓ نے دیکھ لیا پوچھا کہ کیوں چھپے پھر رہے ہو؟ عمیر ؓ نے فرمایا کہ میری کم عمری کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے دیکھ واپس نہ بھیج دیں اور میں جہاد میں شریک ہوکر شہید ہونا چاہتا ہوں، اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہیں عمیر ؓ پر پڑ گئی اور آپ ﷺ نے کم عمری کی وجہ سے لوٹ جانے کو کہا، حضرت عمیر ؓ رونے لگے یہاں تک کہ سچا شوق اور جذبہ کامیاب ہوگیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمادی اور یہ سترہ سالہ جوان حق کے راستہ میں شہید ہوگیا۔(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ:۶ /۳۶ ۵ بیروت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر وحضر کے خادم حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ جو اپنی کم عمری سے خدمتِ رسول ﷺ کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے ، ہر وقت سایہ کی طرح آپ ﷺ کی صحبت میں حاضر رہنے والے ہیں ، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس خادم کی خوبی کا اظہار فرماتے ہوئے کہا کہ:من سرہ أن یقرأالقران رطبا کما نزل، فلیقرأہ علی قرأۃ أم عبد۔(جس کو اس بات کی مسرت ہو کہ قرآن کو اسی طرح پڑھے جس طرح نازل ہوا ہے تو اس کو چاہیے کہ ام عبد کی قرأت کے مطابق پڑھے)(صور من حیاۃ الصحابۃ:۱۰۱)

حضرت ابوہریرہ ؓ جن کا احسان پوری امت پر ہے کہ جنہوں نے اپنی زندگی صفہ نبوی

میں گذاری اور صحبتِ رسول سے خوب فیض یاب ہوئے اور احادیثِ رسول کے ذخیرہ کو امت تک پہنچایا یہی ابو ہریرہؓ ایک مرتبہ اپنے ایک ساتھی کے ساتھ بیٹھے ذکر و دعا کر رہے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد ہوئی تو وہ خاموش ہو گئے آپؐ نے فرمایا کہ جو کام تم کر رہے تھے اس کو کرتے رہو چناں چہ ابوہریرہؓ نے دعا کی :**اللھم انی اسألک ماسألک صاحبای۔۔۔و اسألک علمالا ینسی** (اے اللہ میں آپ سے وہ مانگتا ہو جو میرے دو ساتھیوں نے مانگا،اور ایسے علم کا سوال کرتا ہوں جو بھولا نہ جائے) آپؐ نے آمین کہی ،دوسرے ساتھی نے بھی دعا کی تو آپؐ نے فرمایا کہ **سبقکم بھاالغلام الدوسی**۔(تم سے اس دوسی لڑکے نے سبقت حاصل کر لی)(صور من حیاۃ الصحابۃ:۴۸۲)

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ جو امت کے سب بڑے مفسرِ قرآن کہلاتے ہیں اور جنہوں نے خدمتِ رسولؐ میں عمر گذاری ۔ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو نماز کے لئے بیدار ہوئے تو آپؐ نے وضو کے لئے پانی کو موجود پایا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ کس نے رکھا؟ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں نے رکھا ہے ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دعا دی اور فرمایا:**اللھم فقھہ فی الدین،و علّم التاویل**۔(اے اللہ! ابن عباس کو تفقہ فی الدین اور تاویل قرآن کے علم سے نواز)(حیاۃ الصحابۃ:۴/۴۶۴)

حضرت اسامہ بن زیدؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرمانے سے قبل امیر لشکر بنا کر شام کی طرف روانہ کیا جس میں اکابر صحابہ موجود تھے اور حضرت اسامہ کی عمر ۲۰ سال سے

زائد نہ تھی، اس موقع پر بعض نے اسامہ کی کم عمری وجہ سے اعتراض کیا تو آپؐ نے اس کا جواب بھی دیا لیکن قیادت کو تبدیل نہیں کیا۔ (سیرت ابن ہشام: ۲/۴۲۶)

اس کے علاوہ اور بھی بے شمار واقعات ہیں جس میں آپؐ نے کم عمر اور کم سن صحابہ کو کسی نہ کسی اعتبار سے سراہا، چاہے دعاؤں کے ذریعہ ہو یا کلماتِ تحسین کے ذریعہ، مختلف انداز سے آپؐ نے ان کو حوصلہ دیا اور ان کی ہمتوں کو بلند فرمایا، اور کسی کے کام سے خوشی ہوگئی تو دعاؤں سے نوازا، کسی کے شوق وجذبہ کی تڑپ دیکھی تو میدانِ کارزار کے لئے قبول فرمایا لیکن کسی کی کوشش وسعی کو رد نہیں فرمایا بلکہ آپؐ نے تو بعض دیگر اصحاب کی تعریف بھی فرمائی جو ابھی تک اسلام کے حلقہ میں داخل نہیں ہوئے تھے لیکن آپؐ کی ہمت افزائی نے ان کو بھی بالاخر دامنِ اسلام سے وابستہ کر ہی دیا۔ چناں چہ حضرت زید بن الخیرؓ نے جب اسلام قبول کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن فرمایا کہ زید تمہارے اندر دو خصلتیں ایسی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہیں: ایک: وقار (سمجھ بوجھ) دوسری: حلم۔ (صور من حیاۃ الصحابۃ: ۱۳۰) اسی طرح حضرت خالد بن ولیدؓ جن کی جنگی مہارت قبول اسلام سے پہلے سے معروف رہی ہے فتحِ مکہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بھائی سے فرمایا کہ خالد کہاں ہیں؟ بھائی نے تلاش کیا اور خط کے ذریعہ آپؐ کا پیغام بھی پہنچادیا کہ: حضورؐ نے فرمایا کہ خالد جیسا ذکی وذہین آدمی بھی اسلام سے ناواقف رہے تعجب ہے کاش ان کی جدوجہد مسلمانوں کے لئے ہوتی تو ان کے لئے بہت بہتر ہوتا اور ہم ان کو دوسروں پر ترجیح دیتے۔ (عہدِ رسالت غارِ حرا سے گنبد خضراء تک: ۳۴۰)

اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھوٹوں اور کم عمروں کی صلاحیتوں کے اعتراف کے ساتھ ان کو اسلام کی طرف متوجہ کیا اور پھر گلشنِ اسلام کی آبیاری کے لئے ان کو استعمال کیا۔

لمحہ فکریہ:

سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ گوشہ بھی عمل آوری کا متقاضی ہے، سیرت کی روشنی میں اپنے چھوٹوں کی حوصلہ افزائی اور کم عمر افراد کی ہمت بڑھانے کی سخت ضرورت ہے، قحط الرجال کے دور میں اگر افراد کی تعمیر کی طرف کوشش کی جائے تو انشاء اللہ رجالِ کار تیار ہوں گے، اور اسلام کی تبلیغ اور اشاعت میں ان کو بھی ابتداء سے اپنا حصہ لگانے کا موقع فراہم ہوگا، اور اگر چھوٹوں کو ان کی کم سنی کی وجہ سے نظر انداز کر دیا جائے اور قابلیت کے جوہر کو چمکانے کی فکر نہ کی جائے تو پھر ملت کا یہ قیمتی سرمایہ اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لانے سے سست ولا پرواہ ہو جائے گا، تاریخ بھی اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ دنیا میں جو بھی درنایاب بن کر چمکے ان کے پیچھے بڑوں کی حوصلہ افزائیاں ضرور شامل رہی ہیں جس سے ان کے شوق و جذبہ کو تقویت ملی اور قابلیت وصلاحیت کو چار چاند لگے۔

واقعۂ معراج اور اس کا پیغام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک سیرت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات بابرکت میں پیش آنے والے حیرت انگیز واقعات میں اللہ تعالی نے انسانوں کے لئے عبرت اور نصیحت کے بے شمار پہلو رکھے ہیں، سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی چھوٹا بڑا واقعہ ایسا نہیں ہے جس میں رہتی دنیا تک کے لئے انسانوں اور بالخصوص مسلمانوں کو پیغام وسبق نہ ملتا ہو، اللہ تعالی نے آپؐ کو خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمایا اور آپ کی ذات کو انسانوں کے لئے نمونہ قرار دیا، جس نمونے کو دیکھ کر اور جس صاف وشفاف آئینہ میں صبح قیامت تک آنے والے لوگ اپنی زندگی کو سنوار سکتے ہیں اور اپنے شب وروز کو سدھار سکتے ہیں، الجھنوں اور پریشانیوں میں راہِ عافیت تلاش کر سکتے ہیں، آلام ومصائب کے دشوار گزار حالات میں قرینۂ حیات پا سکتے ہیں، یورشِ زمانہ سے نبرد آزمائی اور فتنہ وفساد کے پرخطر ماحول میں حکمت وتدبر کے راستہ منزل تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ غرض یہ کہ سیرت کا کوئی واقعہ اور کوئی پہلو ایسا نہیں کہ جس میں مسلمانوں کے لئے ان گنت نصائح نہ ہوں۔ چناچہ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حیرت انگیز معجزہ اور واقعہ میں سے واقعۂ معراج

بھی ہے۔تاریخ انسانی کا نہایت محیر العقول اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بے مثال معجزہ ہے۔اللہ تعالی نے اپنے نبی سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رات ہی کے کچھ حصے میں جسم و روح کے ساتھ، بیداری کی حالت میں عالم بالا کی سیر کرائی اور اپنے قرب کا اعلی ترین مقام عنایت فرمایا، جنت و جہنم کا مشاہدہ کروایا، نیکوں اور بدوں کی سزا و جزا کا معائنہ کروایا، نبیوں سے ملاقات ہوئی، ہر جگہ آپ کی عظمت و رفعت کا چرچہ کروایا، رحمتوں کی بارش فرمائی اور انعامات و الطاف سے خوب نوازا اور امت کے لئے عظیم الشان تحفہ نماز کی شکل میں عطا کیا، اور قیامت تک کے لئے انسانوں کو اپنے معبود اور خالق سے رابطہ کرنے اور اپنے مالک سے راز و نیاز کرنے کا سلیقہ بخشا۔واقعۂ معراج بے شمار سبق آموز پہلوؤں اور عبرت خیز واقعات کا مجموعہ ہے۔اس واقعۂ معراج کی روشنی میں ہمارے لئے موجودہ عالمی حالات میں بھی کئی ایک نصیحت آموز ہدایات ملتی ہیں جس کے ذریعہ گرد و پیش میں چھائے ہوئے تاریک ماحول اور ظلم و ستم کی اندھیری رات میں ہم چراغ ایمان کو فروزاں کر سکتے ہیں اور مایوسی و ناامیدی کی گھٹا توپ تاریکی میں امید کی شمع روشن کر سکتے ہیں۔اس کے لئے ہمیں واقعہ معراج کے پس منظر کو ذہنوں میں تازہ کرنا پڑے گا اور ان حالات کی چیرہ دستیوں کو دیکھنا ہوگا جن کے بعد یہ ایک عظیم الشان سفر کروایا گیا، آیئے ایک طائرانہ نظر ان حالات پر ڈالتے ہیں۔

معراج کا پس منظر:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب پیغامِ حق لے کر کھڑے ہوئے اور توحید کی دعوت شروع کی ،انسانوں کواللہ کی طرف بلانے کا آغاز فرمایا تو آپ کے مخالفین اور دشمنون کی پوری جماعت ہر وقت آپ کی ایذا رسانی میں رہتی، جوکل تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کواپنا عزیز ومحبوب سمجھتے وہی آپ کی عداوت اور مخالفت میں پیش پیش رہنے لگے،مکہ میں طلوع ہونے والا سورج ہر دن ایک نئ مصیبت اور تکلیف لے کرآتا اور پیغمبر اسلام اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماننے والے صحابہ کرامؓ کا امتحان لیتا،ان مصیبت کی گھڑیوں میں اوران آزمائشی حالات میں باہرآپ کی حمایت کرنے والے اورآپ کا تعاون فرمانے والے آپ کے چچا ابوطالب تھے جواپنے بھتیجے کو چاہتے بھی تھےاوراس کی نصرت وتائیدمیں ڈھال بنے ہوئے تھے،بیرونِ زندگی میں چچا کی حمایت آپ کے لئے مضبوط سہارا تھا،اوراسی چچا کی رعایت اوران کی عظمت کےپیشِ نظر دشمنوں کوکھلے عام آپ کو ستانے کی ہمت بھی نہیں ہو پاتی اور آپ کے مشن و دعوت میں رکاوٹ کا موقع نہ ملتا ،دعوتی محنت سے بوجھل بدن اورانسانیت کی فلاح وبہبودی میں تڑپنے والے تھکا ہارا جسم لے کر جب آپ گھر تشریف لاتے تو آپ کی ہمت بڑھانے والی اور آپ کے حوصلوں کوتقویت پہنچانے والی آپ کی وفاشعار اہلیہ محترمہ ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ تھی جو ہراعتبار سے اپنے شوہر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوتسلی دیتی۔ان دونوں کے تعاون سے آپ اپنے مقصد میں لگے ہوئے تھے کہ ۱۰ سنہ نبوی میں آپ کے چچا ابوطالب کا انتقال ہوگیا اورتین دن بعد آپ کی غم گسار بیوی حضرت خدیجہ بھی دنیا سے چل بسی۔(رحمۃ اللعالمین: ۱/۹۲)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان دونوں کے اس طرح چل بسنے سے بہت غم اور تکلیف ہوئی یہاں تک اس سال کو عام الحزن قرار دیا گیا کہ غم کا سال ہے کہ نبی کے مضبوط سہارے چھن گئے ۔ابو طالب کا چوں کہ رعب و دبدبہ تھا اس لئے دشمن اب تک آپ کی کھلے عام ایذا رسانیوں کی ہمت نہیں کر پاتے تھے لیکن ابو طالب کے بعد ان کی جرأتیں بڑھ گئیں، چناچہ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ ابن ہشام لکھتے ہیں کہ:

''ایک ہی سال میں ام المومنین خدیجہؓ اور آپؐ کے چچا ابو طالب کا انتقال ہوا اور ان دونوں کے انتقال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ تر مصائب اور تکلیفات کا سامنا کرنا پڑا۔کیوں کہ حضرت خدیجہؓ آپ کی سچی مددگا تھیں ، ہر ایک بات آپ ان سے بیان فرماتے تھے اور ابو طالب آپؐ کے پشت پناہ اور مددگار تھے۔۔۔جب ابو طالب کا انتقال ہو گیا تو قریش کو آپ کی ایذا رسانی میں جرأت پیدا ہوئی جو پہلے میسر نہ تھی، یہاں تک کہ ایک خبیث نے راستہ میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک پر خاک ڈالی۔(سیرت ابن ہشام :۲۷۷/۱ مترجم)

ان تکلیف دہ حالات میں اور مکہ والوں کی بے اعتنائیوں سے آپ نے طائف کا سفر کیا تا کہ وہاں کے لوگوں کو دین حنیف سے مانوس کیا جائے اور اسلام کی ٹھنڈی چھاؤں فراہم کی جائے ،امید کی شمع دل میں روشن کئے اور شوق وجذبات کے ساتھ آپ نے طائف کے سفر کی

شروعات کی لیکن یہاں پر بھی آپ کے ٹوٹے دل پر تیر وتلوار چلائے گئے،اور آپ کو جو اذیت دی گئی عاشق رسول ،رئیس القلم حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی ؒ کے رقت انگیز تحریر میں ملاحظہ کیجئے کہ:

''آگ میں پھاندنے والوں کی جو کمریں پکڑ پکڑ کر گھسیٹ رہا تھا،وہی کمر کے بل گرایا جاتا تھا،پتھر مار مار کر گرایا جاتا تھا،گھٹنے چور ہو گئے ،پنڈلیاں گھائل ہوگئیں،کپڑے لال ہو گئے ،معصوم خون سے لال ہو گئے ،نوعمر رفیق نے سڑک سے بے ہوشی کی حالت میں جس طرح بن پڑا اٹھایا ،پانی کے کسی گڑھے کے کنارے لایا،جوتیاں اتارنی چاہیں تو خون کے گوندے وہ تلوے کے ساتھ اس طرح چپک گئی تھیں کہ ان کا چھڑانا دشوار تھا۔اور کیا کیا گذری ،کہاں تک اس کی تفصیل کی جائے ،خلاصہ یہ ہے کہ طائف میں وہ پیش آیا جو کبھی نہیں پیش آیا۔(النبی الخاتم:۵۰)

عروج وسربلندی کا آغاز:

ان سخت مراحل سے گذرنے ،ابتلاء وآزمائش کی کٹھن راہوں سے بڑھنے کے بعد اللہ تعالی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو وہ عروج و بلندی عطا فرمانے کا فیصلہ فرما دیا جو کسی اور نبی کے حصے میں نہیں آیا،وہ عظیم الشان اعزاز اور بے مثال فضیلت دینے بخشنے کا اعلان فرمایا کہ جس کا اب تک

کوئی حق دار نہیں تھا، اور سب سے بڑھ کر ٹوٹے دل کو سہارا دینے، تنہا و یکتا تصور کرنے والے کو اپنی نصرت و معیت کا احساس دلانے اور سب سے بڑھ کر مخالفین کی ریشہ دوانیوں کا سد باب کرنے اور اسلام کے پیغام کو وسعت بخشنے کا یہ ایک تاریخی اعزاز ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سفرِ معراج کی شکل میں عطا کیا گیا۔ اس عظیم سفر کا مقصد بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ رقم طراز ہیں کہ:

''۱۰ نبوی گذر گیا، ابتلاء و آزمائش کی سب منزلیں طے ہو چکیں، ذلت و رسوائی کی کوئی نوع ایسی نہ باقی رہی کہ جو خداوند ذو الجلال کی راہ میں نہ برداشت کی گئی ہو، اور ظاہر ہے کہ خدائے رب العزت کی راہ میں ذلت اور رسوائی سوائے عزت اور رفعت اور سوائے معراج اور ترقی کے کیا ہو سکتا ہے؟ چناں چہ جب شعب ابی طالب اور سفر طائف کی ذلت انتہاء کو پہنچ گئی تو خداوند ذو الجلال نے اسراء و معراج کی عزت سے سرفراز فرمایا، اور آپ کو اس قدر اونچا کیا کہ افضل الملائکہ المقربین یعنی جبریل بھی پیچھے رہ گئے اور ایسے مقام تک رسائی کرائی جو کائنات کا منتہی ہے یعنی عرشِ عظیم تک جس کے بعد اب اور کوئی مقام نہیں۔ (سیرت المصطفی: ۱/۲۸۸)

مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں کہ:

''یہ اللہ تعالی کی طرف سے ایک ضیافت و عزت افزائی تھی، جو آپ کی

دل داری و دل نوازی اور طائف کے ان زخموں کو مندمل کرنے اور توہین و ناقدری اور بے گانگی و بے وفائی کی تلافی کے لئے تھی جس کے سخت امتحان سے آپ وہاں گزرے تھے۔(نبیؐ رحمت:۱۸۹)

ناکامی کے بعد کامیابی:

ایسی بھی کوئی شام نہیں ہے جس کی سحر نہ ہو اور ایسا بھی کوئی ظلم نہیں جو بڑھ کر ختم نہ ہو گیا ،عداوت و دشمنی کی بھی حد ہوتی ہے،مکر وفریب بھی ایک انتہا کو جا کر دم توڑ دیتا ہے،ناکامی کے منصوبے بنانے والوں کے منصوبے بھی خدائے حکیم کے سامنے چل نہیں سکتے ،بدخواہی کے خواب دیکھنے والے اور برائی کی سازشیں کرنے والے بھی بوکھلاہٹ کا شکار ہوتے چناں چہ اسلام کے چراغ کو بجھانے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ میں رکاوٹوں کو پیدا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی اور اپنی ایذا رسانیوں اور ظلم وزیادتیوں سے یہ سمجھ بیٹھے کہ اب گویا اسلام کی محنت اور اعلائے کلمۃ اللہ کی جدوجہد ختم ہو جائے گی ،مصائب ومشکلات کے حوصلہ شکن حالات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے جاں نثار صحابہ کے عزائم کو پست اور ان کی کوششوں کو روک دے گی لیکن انہی ظاہری ناکامیوں سے اللہ تعالی نے ہمیشہ کی فتح مندی اور کامرانی کی شکلوں کو پیدا فرمایا،شعب ابی طالب کی اسیری،سفر طائف کی ناکامی اور مضبوط سہاروں کے اٹھ جانے کے غم والم کو اللہ تعالی نے دور کرنے کا فیصلہ فرمادیا اور چوں کہ آپ خاتم النبین بنا کر بھیجے گئے

،آپ کا لایا ہوا پیغام دنیا کے ہر گوشے میں پھیلنا اور ہر خطے میں پہنچنا تھا۔اللہ تعالی نے اس کا انتظام فرمایا اور پھر اسلام کی کامیابی کا دور شروع ہوا ہجرتِ مدینہ کا حکم ہوا، مدینے کے قبائل شوق وجذبات کے ساتھ حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے فتوحات کے دروازے کھلے، اجنبیت اور تنہائی کے دن پورے ہوئے اور فدا کاروں وجاں نثاروں کا ایک جم غفیر آپ کے اشارۂ ابرو پر سب کچھ لٹانے والا تیار ہو گیا۔

طلبِ مدد کا خدائی کانسخہ:

اس عظیم الشان سفر میں جو خاص تحفہ نماز کی شکل میں اللہ تعالی کی طرف سے عطا کیا گیا وہ در اصل ہر مشکل اور پریشانی کو دور کرنے ، ہر زخم کو مندمل کرنے اور ہر غم والم سے نجات پانے کا خدائی کانسخہ ہے۔جس نے ٹوٹے ہوؤں جوڑنے اور رب سے تعلق مضبوط کرنے کا آسان راستہ بتادیا ،ناموافق حالات اور ناسازگار ماحول میں اللہ تعالی سے مدد طلب کرنے اور اس کی توجہات کو مبذول کرانے کے لئے نماز سے بڑھ کر کوئی ذریعہ نہیں ہے۔خود قرآن مجید میں حکم دیا گیا کہ:اور صبر اور نماز سے مدد طلب کرو۔نماز بھاری ضرور معلوم ہوتی ہے،مگر ان لوگوں کو نہیں جو خشوع (یعنی دھیان اور عاجزی) سے پڑھتے ہیں۔(البقرۃ:۴۵) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو جتنے احکامات دیئے گئے وہ تمام روئے زمین پر نازل ہوئے لیکن صرف وہ مہتم بالشان عبادت ہے جسے اللہ تعالی نے اپنے پاس بلا کر عنایت فرمایا، گویا پریشان حال بندوں کے تعلق کی

راہوں کوآسان کر دیا۔ڈاکٹر مصطفی السباعیؒ لکھتے ہیں کہ:

''اللہ تعالی نے معراج کی رات نماز کوفرض کر کے اس طرف اشارہ کر دیا کہ: بندوں تمہارے نبی کا جسم وروح کے ساتھ معراج کرنا یہ ایک معجزہ ہے لیکن تمہارے لئے ہر دن پانچ مرتبہ یہ سعادت ہے کہ تمہاری روح اور دل معراج کر کے میری طرف آتے ہیں۔(السیرۃ النبویۃ دروس وعبر:۵۹)

موجودہ حالات میں پیغام:

اس وقت مسلمان دنیا کے چپے چپے میں ظلم وزیادتی کا شکار ہیں،عداوت ودشمنی کے تاریک ماحول میں پھنسے ہوئے ہیں،اور جان ومال،عزت وآبرو،اسباب ووسائل تمام پر دشمنوں کے قبضے ہیں،تذلیل وتحقیر کا دردانگیز سلوک کیا جارہاہے،فلسطین کے معصوم بچے،بے قصور نوجوان، عفت مآب عورتیں،بوڑھے مرد سب ظلم کے شکنجوں میں جکڑے ہوئے ہیں،ملک شام میں خونِ مسلم کی ارزانی کا دردناک منظر ہے،ہنستے چہکتے گھروں کو ویران وقبرستان بنایا جارہاہے، لاکھوں مسلمان مرد وعورت، جوان وبوڑھے قتل وخون کے سفاکانہ کھیل میں جام شہادت نوش کر چکے ہیں،ہندوستان کی سرزمین بھی مسلمانوں کے لئے نت نئے آفتوں کو پھیلانے کے درپے ہیں،نوجوانوں پر الزامات عائد کر کے ان کی زندگیوں کو اجیرن بنایا جارہاہے،وطن عزیز کوخاص رنگ میں رنگنے کی پوری کوشش کی جارہی ہے،مسلمانوں کے دین وشریعت پر ناروا

حملے کئے جارہے ہیں، عائلی قوانین کو کالعدم کرنے کی سازش کی جارہی ہے، یکساں سول کوڈ کو نافذ کرنے اور طلاق وغیرہ کو بہانہ بنا کر اور گاؤکشی کے عنوان پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ظلم وتشدد کیا جارہا ہے۔لیکن واقعہ معراج ان جاں گسل حالات میں،اوران حوصلہ شکن ماحول میں بھی امید ویقین کا پیغام دیتا ہے،اور سربلندی وعروج کی خدائی منصوبہ بندی کی طرف اشارہ کرتا ہے ۔کیوں کہ جب ایمان والے دین حق پر استقامت کے ساتھ جمے رہیں گے اور حالات کا مقابلہ کرتے رہیں گے وہ پھر وہی خدائی قدرت پستیوں سے نکال کر سربلندیوں پر پہنچائے گی ،جن کو ذلیل وحقیر سمجھا جاتا رہا ان کے سر عزت و وقار کا تاج رکھے گی ،اور جن کو مٹانے کی کوششیں کی جاتی رہیں ان ہی کے وجود سے دنیا کے نقشے کو بدلے گی،ظلم کا خاتمہ ہوگا، ناانصافیوں کا دورختم ہوگا ،حقوق تلفی کا بازار سرد پڑے گا،قتل وخون کا میدان ٹھنڈا ہوگا ،بقول فقیہ العصر حضرت مولانا خالدسیف اللہ رحمانی صاحب کہ:

> ’’معراج کا واقعہ مسلمانوں کی دلداری اور طمانیت کا سامان ہے کہ وہ مصیبت اور مایوس کن حالات کی وجہ سے حوصلہ نہ ہاریں، بلکہ اس طرح کے واقعات ان کے پائے استقامت کو مضبوط تر کرتا چلائے اور خدا پر ان کا یقین بڑھتا جائے کہ جیسے رات کی تاریکیوں سے صبح کی پو پھٹتی ہے،اسی طرح باطل کے غلبہ وظہور کے بعد حق ایک نئی آب وتاب کے ساتھ دنیا کی ظلمتوں پر چھا جاتا ہے۔۔۔(پیامِ سیرت:۱۱۹)

شرط یہی ہے کہ ایمان ویقین اور استقامت کے ساتھ دین متین پر قائم رہیں، اور شریعت و سنت کی تعلیمات پر دل وجان سے عمل پیرا ہوں تو انشاءاللہ عروج وسربلندی خدائی وعدہ ضرور بالضرور اس دور میں بھی پورا ہو کر رہے گا۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

ماہِ ربیع الاول کی آمد اور اس کے تقاضے

ماہِ صفر کے بعد ربیع الاول کی آمد ہوتی ہے، ربیع بہار کو کہتے ہیں، اسی مہینہ میں خزاں رسیدہ چمن میں بہار جاوداں آئی، دم توڑتی انسانیت کو حیاتِ نو دینے، پامال ہوتی شرافتوں کو بچانے، بے دینی، بداعمالی اور کفر وشرک کے سیلاب بلا خیز میں تھپیڑے کھاتی مخلوق کو ایمان و اسلام کے ساحل سے ہمکنار کرنے اور خالق سے جوڑنے کے لئے عظیم ہستی محسنِ انسانیت ،خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد آمد ہوئی۔یعنی ربیع الاول ہی کے مہینہ میں سرور کائنات حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف لائے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخِ ولادت کے بارے میں سیرت نگاروں میں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن مہینہ کے سلسلہ میں تقریبا اتفاق ہے کہ ربیع الاول ہی کے مبارک مہینہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔اس اعتبار سے ربیع الاول کا مہینہ ایک عظیم اور تاریخی مہینہ ہے،جس میں ایک مسلمان کے لئے جہاں خوشی ومسرت کے سوغات ہیں وہی اپنے پیارے اور محسن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے پیغامات بھی ہیں جو دراصل ہمارے تعلق اور رشتۂ الفت کو مضبوط کرنے اور فدائیت وفنائیت کی سچی ترجمانی کرنے والے

ہیں۔

ماہِ ربیع الاول میں جہاں مسلمانوں کو خوشی ہوتی ہے کہ اسی مہینہ میں فخر کائنات، امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی، وہیں یہ احساس بھی بے قرار کر دیتا ہے کہ اسی مہینہ کی ۱۲ تاریخ کو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرمایا، یعنی ربیع الاول کا مہینہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت اور رحلت کا مہینہ ہے۔ یہ مہینہ بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ اس میں انسانیت کے سب سے بڑے اور حقیقی خیر خواہ سید الرسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے اور انہوں نے اپنی مختصر زندگی میں انقلاب برپا کیا، دلوں کی دنیا بدل دی، تمناؤں اور آرزوؤں کے رخ کو موڑا، اور جو خود سیدھے راستے پر نہیں تھے اپنی نرالی اور انقلابی تعلیمات کے ذریعہ انہیں آنے والے انسانوں کا امام بنایا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کو بطور احسان بیان کرتے ہوئے فرمایا: **لَقَدْ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا۟ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا۟ مِن قَبْلُ لَفِى ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ**۔ (ال عمران: ۱۶۴) حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرے، انہیں پاک صاف بنائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے، جب کہ اس سے پہلے لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

ماہِ ربیع الاول ہر سال آتا ہے اور رخصت ہو جاتا ہے، وقتی طور پر مسلمان خوشی و مسرت کا

اظہار کر دیتے ہیں، اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کے ثبوت دینے کے لئے چند جلسوں کا اہتمام بھی کر لیتے ہیں، سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیان کیا جاتا ہے اور رات دیر گئے تک تقاریر ہوتی ہیں، لیکن جوں ہی ربیع الاول کا مہینہ بلکہ ۱۲ تاریخ گذر جاتی ہے، زندگی پھر اسی پرانی حالت پر اور سابقہ طرز پر آجاتی ہے، جب کہ ماہِ ربیع الاول ایک پیغام دے کر رخصت ہوتا ہے، اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا دم بھرنے والوں کو بیدار کر کے جاتا ہے، یہ مہینہ بھی اہل ایمان سے کچھ تقاضے کرتا ہے، جس مہینہ میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری انسانیت کے لئے پیغام ہدایت اور مژدۂ نجات لے کر آئے کیا اس مہینہ کا کچھ مطالبہ مسلمانوں سے نہیں ہوگا؟ یقیناً یہ مہینہ جہاں بہت قابل احترام اور لائق تعظیم ہے کیوں کہ اسی مہینہ میں خلاصہ کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف لائے وہیں یہ مہینہ ہمارے ایمان کو جانچنے اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیمانوں کو ناپنے کا مہینہ میں بھی ہے۔ تو آیئے ایک نظر ڈالتے ہیں کہ یہ مہینہ ہم سے کیا تقاضا کرتا ہے اور اس مہینہ کی حقیقی قدردانی کیا ہے؟

سچی محبت کی ضرورت:

ماہِ ربیع الاول اپنی آمد کے ساتھ اہل ایمان سے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ اپنے دلوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی محبت کو پیدا کرے، حقیقی محبت کو بیدار کرے، ظاہری اور رسمی محبت سے ہٹ کر دل وجان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چاہا جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ایمان کا

لازمی جزو ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوتا ہے، قرآن وحدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جہاں اطاعت وفرماں برداری کا حکم دیا وہیں آپ سے محبت کرنے کی تعلیم دی گئی، صحابہ کرام کی زندگیاں محبتِ رسول سے سرشار تھیں، وہ اپنے نبی کو دل وجان سے بڑھ کر چاہتے اور ان پر اپنی جان چھڑکتے تھے، محبت رسول میں ان لوگوں نے بڑی بڑی قربانیاں دیں اور دنیا والوں کو بتایا کہ ہر رشتہ سے بڑھ کر نبی کا رشتہ ہے اور ہر ایک کی محبت سے زیادہ عزیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہے۔ دنیوی تعلقات اور رشتوں کی بناء پر اور دنیوی مال ومتاع کی وجہ سے اگر محبت رسول میں کمی ہوگی یا اس سے صرف نظر کیا جائے گا تو قرآن کریم میں اس سلسلہ میں بڑی سخت وعید بیان کی گئی، ارشاد ہے: **قُل اِن کَانَ اٰبَآؤُکُم وَ اَبنَآؤُکُم وَاِخوَانُکُم وَاَزوَاجُکُم وَعَشِیرَتُکُم وَ اَموَالُ اقتَرَفتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخشَونَ کَسَادَهَا وَ مَسٰکِنُ تَرضَونَهَا اَحَبَّ اِلَیکُم مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَ جِهَادٍ فِی سَبِیلِهٖ فَتَرَبَّصُوا حَتّٰی یَاتِیَ اللّٰهُ بِاَمرِهٖ** (التوبۃ: ۲۴) (اے پیغمبر! مسلمانوں سے) کہہ دو کہ: اگر تمہارے باپ بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، اور تمہارا خاندان، اور مال ودولت جو تم نے کمایا ہے، اور وہ کاروبار جس کے مندا ہونے کا تمہیں اندیشہ ہے، اور وہ رہائشی مکان جو تمہیں پسند ہیں، تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے، اور اس کے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں، تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ صادر فرمادے۔ امام قرطبیؒ نے اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ: **وفی الایة دلیل علی وجوب حب الله وحب رسوله، ولا خلاف فی ذلک بین**

الائمۃ،وان ذلک مقدم علی کل محبوب۔(الجامع للقرطبی:۱۰/۱۴۱) کہ یہ آیت اللہ اوراس کے رسول سے محبت کی فرضیت پر دلالت کرتی ہے،اس میں ائمہ کے درمیان اختلاف نہیں ہے،اور یہ محبت ہر محبوب چیز سے مقدم ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس معاملہ میں اہم ترین ہدایات دیں اوراپنی محبت کو ہرایک پر فائق ہونے کو کمال ایمان کی نشانی بتائی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:والذی نفسی بیدہ لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔(بخاری،حدیث نمبر:۱۳) کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہےتم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن کامل نہیں بن سکتا جب تک کہ اس کے دل میں اس کے والد،اس کی اولاد،اوردنیا کےتمام لوگوں سے میری محبت زیادہ نہ ہوجائے۔

ایک موقع پرحضرت عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جارہے تھے،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عمر کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے،اسی دوران حضرت عمر نے فرمایا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے اپنی جان کےعلاوہ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ آپ سے محبت ہے۔اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر!تم کیا کہتے ہو؟اگر بات ایسی ہی ہےتوتم ابھی کامل ایمان والےنہیں ہوئے،اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نےقسم کھاکرفرمایا کہ:تم پر لازم ہے کہ میری ذات تمہارے نزدیک تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب ہو،اس کے بغیرتمہاراایمان کامل نہیں ہوسکتا۔جب حضرت عمرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشادسنا تو کہنے لگے کہ یارسول اللہ!اب آپ کی ذات میری جان سے بھی زیادہ عزیز اورمحبوب ہے۔تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عمرتمہاراایمان اب مکمل ہوا۔(بخاری

،حدیث نمبر:۶۱۷۰)

مذکورہ بالا ارشادات سے پتہ چلتا ہے محبتِ رسول ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے،اور جب تک دل میں نبی کی محبت نہیں ہوگی،اس کا ایمان کامل ومکمل بھی نہیں ہوگا،اس لئے محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دلوں میں زندہ کرنے کی ضرورت ہے،اور ایسی محبت جو واقعی حقیقی ہو اور بے لوث ہو،جس میں کسی قسم کا دکھاوا یا ڈھونگ نہ ہو ایسی محبت سے سینوں کو آباد کرنے اور زندگیوں کو منور کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

سیرتِ رسولؐ پر عمل کی ضرورت:

حقیقی محبت کو جانچنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آسان طریقہ بتادیا کہ جو کوئی آپ کی سیرت اور سنت کو اپنائے گا وہی حقیقی محبت کرنے والا شمار کیا جائے گا،زبان سے بلند بانگ دعوے ہو اور زندگی عمل سے خالی اور سیرت وکردار میں نبوی تعلیمات کی جھلک نہ ہو تو وہ محب صادق نہیں قرار دیا جائے گا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالی نے ساری انسانیت کے لئے اسوہ اور نمونہ بنا کر بھیجا ہے،اور خود قرآن کریم میں اس کا اعلان فرمایا کہ:**لَقَد کَانَ لَکُم فِی رَسُولِ اللّٰہِ اُسوَۃٌ حَسَنَۃٌ**(الاحزاب:۲۱)حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے۔اگر کوئی اللہ تعالی سے محبت کا طلب گار ہے تو اس کو حکم دیا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرے چناں چہ ارشاد فرمایا:**قُل اِن کُنتُم تُحِبُّونَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُونِی یُحبِبکُمُ**

اللہُ وَیَغفِر لَکُم ذُنُوبَکُم (اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خاطر تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔(ال عمران:۳۱)ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جو مجھ سے محبت کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا۔(مشکوۃ: حدیث نمبر ۱۷۵)اور ایک حدیث میں ارشاد ہے: لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ۔(شرح السنۃ للبغوی: حدیث نمبر:۱۰۳) تم میں سے کوئی (حقیقی) مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہشات میری لائی ہوئی ہدایت وتعلیم کے تابع نہ ہو جائے۔

ماہِ ربیع الاول اپنی آمد کے ساتھ مسلمانوں کو متوجہ کرتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جن تعلیمات کے ذریعہ دنیا میں انقلاب برپا کیا اور انسانوں کی کایا پلٹی ہر دور اور ہر زمانے میں ہم انہی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر دنیا میں پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حقیقی غلامی کا تصور دے سکتے ہیں۔ دنیا ہر عہد میں انہیں تعلیمات کے ذریعہ چین وسکون پاسکتی ہیں، ہر شعبۂ حیات سے وابستہ انسانوں کی حقیقی کامیابی صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لائے ہوئے مبارک دین میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کے دامن مبارک سے وابستہ ہو کر دو جہاں میں سرخرو وکامیاب ہوسکتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات بابرکات کو اللہ تعالی نے ساری انسانیت کے لئے نمونہ اور اسوہ بنایا، صبح قیامت تک ہر فردِ بشر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کے نقشِ قدم کی پیروی میں سربلند ہوسکتا ہے

۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اٹوٹ وابستگی اور سچی محبت ہی ایمان کامل کی علامت ہے،اور اپنی تمام تر خواہشات و مرضیات کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت وتعلیمات پر قربان کرنے کے نتیجہ میں ہی مومنِ کامل بن سکتے ہیں۔

محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق صرف یہ نہیں ہے کہ ایک جلسہ سن لیں اور کسی جلسہ کا اہتمام کر دیں بلکہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہمیں سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی زندگی کا لازمی حصہ بنانا پڑے گا، ہمارا عمل اور رہن سہن، معاملات اور معاشرت سے سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمایاں ہونا چاہیے، ہماری زبان اور فکر سے اسوۂ حسنہ کی عکاسی ہونا چاہیے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے فرمان کے مطابق مظلوموں کی مدد بھی کرنا اور ظالموں کو ظلم سے روکنے کی تدبیریں بھی کرنا ہوگا، ہم کوشش کریں کہ ہم دنیا والوں کے سامنے اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی ترجمانی کرنے والے بنیں، ہمارا کوئی عمل اور طریقہ اسلام اور پیغمبر اسلام پر انگلی اٹھانے والا نہ ہو اور دشمن کو ہمارے دین کا مذاق اسڑانے کا موقع نہ ملے، ہمارے سیرت رسول کو اپنانے کے نتیجہ میں دشمنان اسلام اور معاندین نبی کی تمام تر سازشیں اور تحریکیں ناکام و نامراد ہو جائیں گی، اور کبھی ان کو نبی کی شان میں گستاخی یا بے ادبی کرنے کی جسارت نہیں ہوگی۔

تعلیمات نبویؐ کو عام کرنے کی ضرورت:

ماہِ ربیع الاول کا تقاضا یہ بھی ہے کہ ساری انسانیت کی بھلائی اور خیر کی تعلیمات لے کر آنے

والے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو دنیا کو سامنے اچھے انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی جائے ،قرآن کریم میں اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کو ساری انسانیت کے رحمت قرار دیتے ہوئے فرمایا گیا:وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (الانبیاء:۱۰۷) ہم نے تمہیں سارے جہانوں کے لئے رحمت ہی رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

جس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لاتعداد احسانات دنیائے انسانیت پر ہیں، جو ساری انسانیت کی بھلائی کے لئے آیا،جس نے ہر کٹھن مرحلہ پر انسانوں کا ساتھ دیا اور مشکلات سے نکلنے کا نسخہ عطا کیا ،جس نے عورتوں کو عزت دی ،یتیموں پر دستِ شفقت پھیرا، بیواؤں کو سہارا دیا ،غلاموں کو آزادی دلائی ،مظلوموں کے لئے آواز اٹھائی ،ظالموں کو ظلم سے روکا، دشمنوں کو معاف کیا، پتھر مارنے والوں کو دعائیں دیں،تجارت ومعیشت کے اصول دیئے ،خانگی اور خارجی زندگی گزارنے کے ڈھنگ بتائے ،اچھے اور برے کی تمیز کروائی ،نفع ونقصان سے آگاہ کیا ،امن وانصاف کی تعلیمات دیں ،ناحق قتل وخون ریزی سے منع کیا ،بچوں ،بوڑھوں ،عورتوں اور کمزوروں پر ظلم کرنے سے روکا،خلوص ومحبت کا سبق سکھایا غرض یہ کہ دین ودنیا کی ہر تعلیم اور ہر ایک کے حق کو بتایا آج ہم نے ایسے عظیم محسن اور ساری انسانیت کے غم خوار نبی کی تعلیمات کو خود بھی چھوڑا اور دوسروں کو بھی دور رکھا!!!! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت عرب وعجم ،گالے وگورے ،شہری ودیہاتی ، پڑھے لکھے اور جاہل ، مالدار وغریب ،اپنے اور پرائے ،سب کے لئے ہوئی ،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات قیامت تک زندہ رہیں گی اور انہیں تعلیمات کی روشنی میں انسانیت کا

سفینہ آگے کامیابی کے ساتھ بڑھ پائے گا۔دنیا چاہے جتنی بھی ترقی کرلے لیکن اسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے سامنے سرنگوں ہونا ہی پڑے گا۔

ماہِ ربیع الاول ہم اہل ایمان سے تقاضا کرتا ہے کہ ہم دنیا والوں کے سامنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کو اچھے انداز میں پیش کریں،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کو عملی طور پر اختیار کرکے بتائیں،اپنے گھرانوں کو سنت کے سانچے میں ڈھالیں،اپنی اولاد کو دینی تربیت سے آراستہ کریں،ان کے دل میں محبت رسول اور اتباعِ سنت کے جذبات کو فروغ دیں،نوجوان اپنی حلیہ اورلباس،وضع قطع کے ذریعہ اور اپنی اداؤں سے سیرت رسول کو زندہ کریں،خواتین میں دینی شعور بیدار کیا جائے،اخلاق وحیا کی تعلیمات کو عام کیا جائے اور مغربی تہذیب کی نقالی سے ان کو بچایا جائے،گھر کے ماحول کو اسوۂ نبوی کی روشنی میں سنوارا جائے،اور اخلاق وکردار ،رحم دلی وشفقت،خیرخواہی اور ہر ایک کی ہمدردی کا مظاہرہ کریں،گہری بصیرت اور حکمت سے آراستہ ہوکر اصلاح اور انقلاب کی کوشش کریں۔

ایذارسانی سے اجتناب کی ضرورت:

ماہِ ربیع الاول چوں کہ پیارے آقا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کا مہینہ ہے،اس کی مناسبت سے ہر کوئی دینی جلسے اور اجتماعات منعقد کرتے ہیں،سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگہی کے لئے اور آپ کی عقیدت ومحبت میں ربیع الاول میں ان کا بڑا اہتمام کیا جاتا ہے

،ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کے ذکر خیر کے چرچے اور تذکرے ہوتے ہیں ،اور یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ ہمارے لاتعداد جلسے اور اجتماعات ،مقالے اور کتابیں ،تقاریر اور مواعظ سب مل کر بھی اس موضوع کا حق ادا نہیں کر سکتے ، یہ تو ہماری سعادت اور خوش بختی ہے کہ ہمیں ان کے ذکر خیر کا موقع نصیب ہو جائے ۔لیکن اس سلسلے میں یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو دین لے کر مبعوث ہوئے وہ دینِ رحمت ہے،جس میں ساری انسانیت کے لئے امن و عافیت کا پیغام ہے،اسلام کے سایہ میں نہ صرف انسانوں کو آرام و سکون نصیب ہوا بلکہ جانور بھی اسلام کے سایہ میں ہمیشہ کے لئے محفوظ و مامون ہو گئے، کیوں کہ اسلام نے پورے اہتمام کے ساتھ ہر طرح کی ایذا رسانی پر نہ صرف پابندی لگا دی بلکہ کسی کو بھی تکلیف پہونچانا حرام قرار دیا،اور کمال ایمان کی علامت یہ بتائی کہ زبان اور ہاتھ کی ایذا رسانی سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے ۔**المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده**۔(بخاری:حدیث۹)

اس سلسلہ میں یہ بات نہایت ضروری ہے کہ ہمارے کسی جلسہ یا یا پروگرام سے کسی کو بھی زبان و ہاتھ اور گفتگو سے اذیت نہیں ہونا چاہیے ،ہم سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تعلیمات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں انسانوں کے سامنے پیش کرنے والے بنیں ،ہمیں دوسروں کی دیکھا دیکھی کرنے کی قطعا ضرورت نہیں ،سڑکوں ،گلیوں اور چوراہوں پر دینی اجتماعات منعقد کر کے لاؤڈ اسپیکر کا غیر ضروری استعمال نہ کریں،ڈھڑلے سے پروگراموں کو جا بجا منعقد کر کے اتنی

دور تک اور دیر تک لاؤڈ اسپیکروں کا انتظام نہیں ہونا چاہیے کہ رات بھر لوگوں کی نیندیں حرام ، بیماروں کو پریشانی لاحق اور ذکر و تلاوت اور عبادت میں مشغول افراد کو خلل واقع ہو۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانوں کو راحت پہونچانے اور رحمت و رأفت کا عام پیغام لے کر آئے ، جن کی نظر میں کسی انسان کو بلکہ جانور کو بھی بے جا تکلیف پہونچانا سخت ناگوار گزرتا اور جو ہر ایک کی راحت رسانی کے لئے ہر دم کوشاں رہتے اس محسن نبی کا نام لے کر ہم لوگوں کے لئے پریشانی اور اذیت کا سبب نہ بنیں۔ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں ایک مقرر حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے سامنے زور زور سے تقریر کر رہا تھا تو آپؓ نے حضرت عمرؓ کے پاس شکایت بھیجی کہ اس کی بلند آواز سے مجھے تکلیف ہو رہی ہے اور کسی کی آواز بھی نہیں سنائی دے رہی ، امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نے پہلے اس کی تنبیہ فرمائی جب وہ اس سے باز نہیں آیا تو پھر اس کو سزا دی۔(تاریخ المدینہ لابن شبہ: ۱/۱۵ شاملۃ)

ہمارا حال یہ ہے کہ اسلام کا اور پیغمبر اسلام کا نام لے کر وہ سب کچھ کیا جاتا ہے جو اسلام کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا رہبر و رہنما ماننے والا کبھی نہیں کر سکتا۔ایک طرف تو مسلمان اپنی شادیوں میں باجوں اور گانوں کی دھوم دھام سے پورے محلہ کو اٹھا کر بٹھا دیتے ہیں اور ہر ایک کے لئے اذیت و تکلیف کا سبب بنتے ہیں ، رات دیر گئے تک غیر ضروری شور شرابہ اور چیخ پکار سے نا جانے کتنوں کی آہیں اور کراہیں مفت مول لیتے ہیں ، دوسری طرف دینی جلسوں کا نام لے کر، اور ولادت نبوی کا عنوان دے کر تعلیمات اسلام کی خلاف ورزی کی جاتی

ہے،آپؐ کی سنتیں پامال ہوتی ہیں،نمازیں غارت ہوتی ہیں،حقوق تلف ہوتے ہیں،مسلمان اورغیرمسلمان دردناک اذیت سے دوچار ہوتے ہیں لیکن کسی کوبھی اس کا احساس ہی نہیں ہوتا۔

اس لئے ضرورت ہے کہ ہمارے دینی اجتماعات بھی اسلام کا پیغام پھیلانے کا ذریعہ بنیں اورسیرت رسولؐ کا آفاقی پیام انسانوں تک پہونچ سکے اور ہراس عمل اور کام سے اجتناب ضروری ہے جوپیغمبراسلام کی تعلیمات کو بدنام کرنے کا سبب ہو۔ بلاشبہ یہ بھی ایک دینی تقاضا ہے کہ آپؐ کے پیغام کواورآپؐ کے مقصد بعثت کودنیا تک پہونچایا جائے اورمختلف جلسوں اور اجتماعات کے ذریعہ اس کوعام کیا جائے لیکن اس کے لئے طریقہ بھی وہی ہونا ضروری ہے جس سے آپؐ کی تعلیمات پرکسی قسم کی بھی زدنہ پڑے اور ہمارے کام غیروں کواسلام سے بدظن کرنے سبب نہ ہو۔

آخری بات:

یہ چنداہم اوربنیادی تقاضے جو ماہِ ربیع الاول کی آمد کے ساتھ ہی ہمیں دعوتِ فکروعمل دیتے ہیں،اس کے علاوہ بھی اورتقاضے ہوں گے لیکن اگرہم عملی طور پرسیرت رسول کواپنانے والے اور سچی محبت رسول سے سرشار ہوجائیں تو پھر دیگرتقاضوں کو پورا کرنا بھی ہمارے لئے آسان ہوگا،اس لئے ہم اب توعہد کریں کہ یہ ربیع الاول ہماری زندگیوں کو بنانے والا بنے اوراس ماہ میں آنے والے پیارے نبی کی مبارک اور پیاری تعلیمات کوعملی طورپراختیار کرسکیں۔

بارہ ربیع الاول کے بعد بھی محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تقاضے باقی ہیں!

ربیع الاول کی بارہ تاریخ گزر چکی، جس کو بڑے اہتمام کے ساتھ یومِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طور پر منایا جاتا ہے۔ عشق ومحبت کے اظہار کے لئے طرح طرح کے مظاہرے کئے جاتے ہیں، بہت دھوم دھام سے جشنِ میلاد کے پروگرام رکھے جاتے ہیں، گلیوں کو سجا کر، سڑکوں کو روشن کر کے، قمقموں اور روشنیوں سے اجالا کر کے بارہ دنوں تک ہر رات جلسے منعقد کئے جاتے ہیں اور ولادت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عنوان پر بیانات کا سلسلہ چلتا ہے۔ اور جیسے ہی بارہ ربیع الاول کی تاریخ گزری کہ عشق ومحبت کے دعوے دار سب غائب ہو جاتے ہیں، اور ایک سناٹا ہر طرف چھا جاتا ہے۔ ہمیں اس بات کو نہایت سنجیدگی سے سمجھنے کی ضرورت ہے کہ تاریخ میلاد تو گزر چکی ہے لیکن پیغامِ میلاد باقی ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس مقصد کے لئے دنیا میں بھیجے گئے وہ مقصد ہمیں سال کے بارہ مہینے، مہینے کے تیس دن، دن کے ہر گھنٹہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام اور سیرت پر عمل پیرا ہونے

کی دعوت دیتا ہے۔ ہمارے نبی ﷺ صرف ایک مہینہ بلکہ چند دن تذکرے کر لینے اور ان کی یاد منا لینے کے لئے تشریف نہیں لائے، اور ایسا بھی نہیں ہے کہ صرف چند دنوں تک ان کا ذکرِ خیر کر دینے سے ہم ان کی محبت کا حق ادا کر دینے والے شمار کئے جائیں گے، بلکہ نبی اکرم ﷺ پوری زندگی کے لئے اور پوری انسانیت کے لئے اس دنیا میں آئے ہیں، آپ ﷺ کی لائی ہوئی گراں قدر تعلیمات انسانیت کو زندگی کے ہر موڑ پر رہبری اور رہنمائی کا فریضہ انجام دیتی ہیں۔

آمدِ رسول کا جشن منانے والے مسلمان اپنے محسن نبی ﷺ کے درد وغم کو ان کی فکر و کڑھن کو بھول گئے اور صرف اظہارِ عقیدت کے غیر اسلامی طریقہ کو کامل ایمان داری اور سو فیصد مسلمانی سمجھ بیٹھے۔ جو نبی ﷺ ساری انسانیت کے دکھ درد کو لے کر دنیا میں آیا اور اپنے جانے سے پہلے ایک مثالی زندگی کا نمونہ چھوڑ گیا تا کہ صبحِ قیامت تک آنے والے انسان اسی راستہ پر چل کر ابدی کامیابیوں سے ہمکنار ہوں۔

یقیناً نہایت قابل افسوس ہے کہ ہم نے اپنے نبی ﷺ کے تذکروں کو محدود کر دیا اور دوسرے لوگ جس طرح اپنے پیشوا اور رہنما کا دن منا کر بھول جاتے ہیں وہی روش مسلمانوں نے اختیار کر رکھی ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ آپ ﷺ جو شریعت اور تعلیمات و ہدایات لے کر آئیں ہیں ان پر خود بھی عمل پیرا ہوتے ہوئے دنیائے انسانیت تک اس کو پہنچانے کی کوشش و فکر کرنے والے بنیں۔ نبی ﷺ کی سیرت نہایت جامع اور کامل ہے، اللہ تعالی نے

ہر اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کو انسانیت کے لئے نمونہ اور اسوہ بنایا ہے، زندگی کا کوئی پہلو اور شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات نہ ہوں، ہر موقع اور مرحلہ کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانوں کو مستقل تعلیمات سے نوازا ہے۔

انسانیت کی کامیابی اور ابدی نجات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پر عمل آوری ہی میں پوشیدہ ہے، سربلندی اور عروج آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے بغیر کبھی کسی کو میسر نہیں ہوسکتا ہے۔جس تاریک ترین دور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں آکر دنیا کو روشن اور منور کیا، اور بدی و بے دینی ، جہالت وظلم، ناانصافی وحقوق تلفی، خدافراموشی اور بغاوت کا خاتمہ کیا آج بھی انسانیت کو انہی تعلیمات کے ذریعہ مشکلات ومسائل کے بھنور سے نکالا جاسکتا ہے اور اعلی اخلاقی قدروں سے ہمکنار کیا جاسکتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن تعلیمات کے ذریعہ دنیا میں انقلاب برپا کیا اور انسانوں کی کایا پلٹی وہ تعلیمات ہمارے لئے مسلسل پیغام دیتے ہیں کہ ہر دور اور ہر زمانے میں ہم انہی تعلیمات پر عمل پیرا ہوکر دنیا میں پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی غلامی کا تصور دے سکتے ہیں۔دنیا ہر عہد میں انہیں تعلیمات کے ذریعہ چین وسکون پاسکتی ہیں، ہر شعبۂ حیات سے وابستہ انسانوں کی حقیقی کامیابی صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے مبارک دین میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے دامن مبارک سے وابستہ ہوکر دوجہاں میں سرخرو وکامیاب ہوسکتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات کو اللہ تعالی نے ساری انسانیت کے لئے نمونہ اور اسوہ بنایا، صبح قیامت تک ہر فردِ

بشر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے نقشِ قدم کی پیروی میں سر بلند ہوسکتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اٹوٹ وابستگی اور سچی محبت ہی ایمان کامل کی علامت ہے، اور اپنی تمام تر خواہشات و مرضیات کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت و تعلیمات پر قربان کرنے کے نتیجہ میں ہی مومنِ کامل بن سکتے ہیں ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت عرب و عجم ، گالے و گورے ، شہری و دیہاتی ، پڑھے لکھے اور جاہل ، مالدار و غریب ، اپنے اور پرائے ، سب کے لئے ہوئی ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات قیامت تک زندہ رہیں گی اور انہیں تعلیمات کی روشنی میں انسانیت کا سفینہ آگے کامیابی کے ساتھ بڑھ پائے گا۔

دنیا چاہے جتنی بھی ترقی کرلے لیکن اسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے سامنے سرنگوں ہونا ہی پڑھے گا۔ بقول مولانا سید محمد الحسنیؒ کہ:

> ”ربیع الاول کا مہینہ ہر سال انسانیت کو سیرت کا وہ پیغام دیتا ہے جس پیغام نے اس کو چھٹی صدی عیسوی میں نئی زندگی عطا کی تھی ، اور اس کو عالمگیر اور اجتماعی خودکشی سے باز رکھا تھا۔ آج بھی یہ پیغام ہمیں تاریخ کے اس دور میں مل رہا ہے ، جب تمام مخالف طاقتیں متحد ہوکر مسلمانوں کو شکست دینے کے درپے ہیں ، اور مظلوم انسانیت خودغرض و مفاد پرست بلکہ جرائم پیشہ اقوام کی بے رحمی کا نشانہ ہے۔“

زبان سے بلند بانگ دعوے ہو اور زندگی عمل سے خالی اور سیرت و کردار میں نبوی تعلیمات

کی جھلک نہ ہوتو وہ محب صادق نہیں قرار دیا جائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالی نے ساری انسانیت کے لئے اسوہ اورنمونہ بنا کر بھیجا ہے،خودقرآن کریم میں اس کا اعلان فرمایا کہ:**لَقَد كَانَ لَكُم فِي رَسُولِ اللهِ اُسوَةٌ حَسَنَةٌ**(الاحزاب:۲۱)حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے۔اگر کوئی اللہ تعالی سے محبت کا طلب گار ہےتو اس کوحکم دیا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرے چناں چہ ارشادفرمایا:**قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ**(اے پیغمبرلوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہوتو میری اتباع کرو،اللہ تم سے محبت کرے گا اورتمہاری خاطر تمہارے گناہوں کومعاف کردے گا۔(ال عمران:۳۱)

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا:جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جومجھ سے محبت کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔(**مشکوۃ:** حدیث نمبر ۱۷۵)اور ایک حدیث میں ارشاد ہے:**لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ**۔(شرح السنۃ:حدیث نمبر:۱۰۴)تم میں سے کوئی (حقیقی) مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہشات میری لائی ہوئی ہدایت وتعلیم کے تابع نہ ہوجائے۔محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق صرف یہ نہیں ہے کہ ایک جلسہ سن لیں اورکسی جلسہ کا اہتمام کردیں بلکہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہمیں سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کواپنی زندگی کا لازمی حصہ بنانا پڑے گا،ہمارا عمل اوررہن سہن،معاملات اورمعاشرت سے سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمایاں ہونا چاہیے،ہماری

زبان اور فکر سے اسوۂ حسنہ کی عکاسی ہونا چاہیے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے فرمان کے مطابق مظلوموں کی مدد بھی کرنا اور ظالموں کو ظلم سے روکنے کی تدبیریں بھی کرنا ہوگا، ہم کوشش کریں کہ ہم دنیا والوں کے سامنے اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی ترجمانی کرنے والے بنیں، ہمارا کوئی عمل اور طریقہ اسلام اور پیغمبر اسلام پر انگلی اٹھانے والا نہ ہو اور دشمن کو ہمارے دین کا مذاق اڑانے کا موقع نہ ملے، ہمارے سیرت رسول کو اپنانے کے نتیجہ میں دشمنان اسلام اور معاندین نبی کی تمام تر سازشیں اور تحریکیں ناکام و نامراد ہو جائیں گی، اور کبھی ان کو نبی کی شان میں گستاخی یا بے ادبی کرنے کی جسارت نہیں ہوگی۔

ساری انسانیت کی بھلائی اور خیر کی تعلیمات لے کر آنے والے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو دنیا کو سامنے اچھے انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی جائے، قرآن کریم میں اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کو ساری انسانیت کے لئے رحمت قرار دیتے ہوئے فرمایا گیا: **وَمَا أَرْسَلْنَاکَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِینَ**۔ (الانبیاء:۱۰۷) ہم نے تمہیں سارے جہانوں کے لئے رحمت ہی رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

جس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لاتعداد احسانات دنیائے انسانیت پر ہیں، جو ساری انسانیت کی بھلائی کے لئے آیا، جس نے ہر کٹھن مرحلہ پر انسانوں کا ساتھ دیا اور مشکلات سے نکلنے کا نسخہ عطا کیا، جس نے عورتوں کو عزت دی، یتیموں پر دستِ شفقت پھیرا، بیواؤں کو سہارا دیا، غلاموں کو آزادی دلائی، مظلوموں کے لئے آواز اٹھائی، ظالموں کو ظلم سے روکا، دشمنوں کو

معاف کیا، پتھر مارنے والوں کو دعائیں دیں، تجارت ومعیشت کے اصول دیئے، خانگی اور خارجی زندگی گزارنے کے ڈھنگ بتائے، اچھے اور برے کی تمیز کروائی، نفع ونقصان سے آگاہ کیا، امن وانصاف کی تعلیمات دیں، ناحق قتل وخون ریزی سے منع کیا، بچوں، بوڑھوں، عورتوں اور کمزوروں پر ظلم کرنے سے روکا، خلوص ومحبت کا سبق سکھایا۔

دنیا والوں کے سامنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سیرت کو اچھے انداز میں پیش کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حیات طیبہ کو عملی طور پر اختیار کر کے اس کی دلیل پیش کرنا چاہیے، اور سیرت کے پیغام کو انسانیت تک پہنچانے اور تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو عام کرنے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے گھرانوں کو سنت کے سانچے میں ڈھالیں، اپنی اولاد کو دینی تربیت سے آراستہ کریں، ان کے دل میں محبت رسول اور اتباعِ سنت کے جذبات کو فروغ دیں، نوجوان اپنی حلیہ اور لباس، وضع قطع کے ذریعہ اور اپنی اداؤں سے سیرت رسول کو زندہ کریں، خواتین میں دینی شعور بیدار کیا جائے، اخلاق وحیا کی تعلیمات کو عام کیا جائے اور مغربی تہذیب کی نقالی سے ان کو بچایا جائے، گھر کے ماحول کو اسوہ ٔ نبوی کی روشنی میں سنوارا جائے، اور اخلاق وکردار، رحم دلی وشفقت، خیرخواہی اور ہر ایک کی ہمدردی کا مظاہرہ کریں، گہری بصیرت اور حکمت سے آراستہ ہوکر اصلاح اور انقلاب کی کوشش کریں۔

اک پل کے لئے دنیا میں کہیں توہینِ نبی منظور نہیں!

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور بے پناہ محبت ہمارے ایمان کا لازمی حصہ ہے۔قرآن کریم میں فرمایا گیا:اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ۔(الاحزاب:٦)''ایمان والوں کے لئے یہ نبی ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ قریب تر ہیں۔''اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبّ اِلَیْہِ مِنْ وَالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔(بخاری،حدیث نمبر:١٤)کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن کامل نہیں بن سکتا جب تک کہ اس کے دل میں اس کے والد،اس کی اولاد،اور دنیا کے تمام لوگوں سے میری محبت زیادہ نہ ہو جائے۔

یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں کہیں نہ کہیں اپنے نبی سے محبت کی چنگاری دبی رہتی ہے،اس لئے اگر کہیں کوئی نبی کی شان میں گستاخی یا بے ادبی کردے یا نامناسب جملہ یا کلمہ اپنی زبان سے نکال دے تو پھر وہ دبی ہوئی چنگاری بھڑکنے لگتی ہے،اور اس کو بے چین و بے

قرار کردیتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی لافانی ادائیں اس روئے زمین پر حضراتِ صحابہ کرامؓ نے پیش فرمائی ہیں، اور امت کو بتایا کہ کس طرح دل وجان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وحرمت پر نچھاور کئے جاتے ہیں۔ حضرت زید بن دثنہؓ دشمنوں کے ہاتھوں گرفتار ہوگئے، جب ان کو قتل کرنے کے لئے لے جانے لگے اس وقت ابوسفیان نے ان سے پوچھا کہ اے زید! میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ سچ بتاؤ کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ تم اپنے بیوی بچوں کے پاس رہو اور تمہاری جگہ تمہارے نبی ہو؟ حضرت زید نے تڑپ کر کہا: اللہ کی قسم ! مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ میں اپنے اہل میں رہوں اور میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کانٹا چبھے۔ یہ سن کر ابوسفیان نے کہا کہ میں نے کہیں نہیں دیکھا کہ کسی سے اتنی محبت کی جاتی ہو جتنا مسلمان اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کرتے ہیں۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ: ۲ / ۱۳۵)

تھوڑا آگے بڑھ کر دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ صحابہ کرامؓ کے بعد افرادِ امت کے دلوں میں کیسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت موجزن تھی۔ لکھا ہے کہ: سلطان محمود پر اپنے تقوی اور کسرِ نفسی کی وجہ سے حبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بڑا غلبہ رہا۔ وہ اپنی زبان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ مبارک لانے میں حد درجہ احترام کرتا۔ ان کے ایک مصاحب کا نام ''محمد'' تھا، وہ اس کو ہمیشہ اسی نام سے پکارا کرتے تھے۔ ایک روز انہوں نے اس کو تاج الدین کہہ کر پکارا، وہ آیا اور شاہی حکم کی تعمیل کرکے گھر چلا گیا، تو تین دن تک سلطان کی خدمت میں حاضر نہ ہوا، سلطان نے جب اس کو بلا بھیجا اور اس سے غیر حاضری کا سبب دریافت کیا۔ تو اس نے عرض کیا کہ: آپ مجھے ہمیشہ

محمد نام سے پکارا کرتے تھے،اس روز خلافِ عادت مجھے تاج الدین کہہ کر پکارا گیا تو میں سمجھا کہ مجھ سے کوئی بدگمانی پیدا ہوگئی ہے،اس لئے اپنی صورت نہیں دکھائی اور تین روز میں نے بڑی بے چینی اور بے قراری سے گزارے،سلطان نے اس کو یہ کہہ کر اطمینان دلایا کہ میں تم سے بدگمان نہیں ہوں،لیکن جب میں نے تم کو تاج الدین کہہ کر پکارا تھا اس وقت میں باوضو نہیں تھا،مجھے شرم آئی کہ محمد کا نام بے وضو لوں۔(تاریخ فرشتہ ۱:/ ۷۴ بحوالہ خزینہ:۱۷۰)

کیسے کیسے لوگ تھے جن کے سینے میں محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چنگاریاں موجود تھیں اس کا اندازہ اختر شیرانی کے واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے واقعہ تفصیلی ہے ہم اختصار کے ساتھ نقل کرتے ہیں:

"اختر شیرانی اردو کے مشہور شاعر گذرے ہیں،لاہور کے عرب ہوٹل میں ایک دفعہ کمیونسٹ نوجوانوں نے جو بلا کے ذہین تھے اختر شیرانی سے مختلف موضوعات پر بحث چھیڑ دی،نشہ کی حالت میں تھے کہ ہوش تک قائم نہیں تھا،تمام بدن پر رعشہ طاری تھا،حتیٰ کہ الفاظ بھی ٹوٹ ٹوٹ کر زبان سے نکل رہے تھے،ادھر "انا" کا شروع سے یہ حال تھا کہ اپنے سوا کسی کو نہیں مانتے تھے۔بہت سے سوالات ہوتے رہے،اس لڑکھڑائی ہوئی آواز سے فائدہ اٹھا کر ایک ظالم قسم کے کمیونسٹ نے سوال کیا،"آپ کا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کیا خیال ہے؟۔۔۔اللہ اللہ،ایک شرابی جیسے

کوئی برق تڑپی ہو، بلّور کا گلاس اٹھایااور اس کے سر پردے مارا۔۔۔''بدبخت !ایک عاصی سے سوال کرتا ہے،ایک سیہ رو سے پوچھتا ہے!ایک فاسق سے کیا کہلوانا چاہتا ہے؟''۔۔۔تمام جسم کانپ رہا تھا ،ایکاایکی رونا شروع کیا،گھگی بندھ گئی۔۔۔''ایسی حالت میں تم نے یہ نام کیوں لیا،تمھیں جرأت کیسے ہوئی؟ گستاخ!بے ادب''باخدا دیوانہ باش ،وبامحمد ہوشیار''اس شریر سوال پر توبہ کرو،تمہارا خبثِ باطن سمجھتا ہوں''خود قہروغضب کی تصویر ہو گئے،اس نوجوان کا حال یہ تھا کہ کاٹو تو بدن سے لہو نہیں ،اس نے بات کو موڑنا چاہا،مگر اختر کہاں سنتے تھے،اسے اٹھوایا،پھر خود اٹھ کر چلے گئے ،تمام رات روتے رہے،کہتے تھے۔۔۔۔''یہ لوگ اتنے نڈر ہو گئے ہیں کہ آخری سہار بھی ہم سے چھین لینا چاہتے ہیں،میں گنہ گار ضرور ہوں لیکن مجھے کافر بنا دینا چاہتے ہیں۔(کتابوں کی درسگاہ میں:۳۴)

اسلامی تاریخ میں ایسے بے شمار واقعات ہیں جو ایک مسلمان کا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والہانہ محبت کا ثبوت پیش کرتے ہیں،یقینا ایک مسلمان کے لئے محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عظیم سرمایہ ہے،اسی دولت پر کل روزِ محشر نجات کی امید ہے۔یہی وجہ ہے کہ اگر دنیا میں کہیں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں کوئی گستاخی یا توہین کی جاتی ہے تو مسلمان سراپا تڑپ اٹھتا ہے اور احتجاج پر کھڑا ہو جاتا ہے۔

سوشل میڈیا کے اس دور میں لوگ جو چاہیں کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور من مانی حرکتوں سے گریز نہیں کرتے۔ چناں چہ اکٹوبر کی ۱۹ تاریخ کو ٹوئیٹر پر سنگھی میڈیا کے آئی ٹی سیل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کی، جب اس کی خبر امت کے نوجوانوں کو ہوئی تو انھوں نے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وتوصیف میں وہ کارنامہ انجام دیا کہ ٹوئیٹر پر جن لوگوں نے توہین کا منصوبہ بنایا، ان کی کوششیں ناکام ونامراد ہوگئیں، اس پیار ومحبت اور ہوش وعقیدت کے ساتھ ٹوئیٹر پر ملت کے جیالوں اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے لوث محبت کرنے والے نوجوان علماء نے وہ ٹرینڈ چلایا کہ غیر بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، اور غیروں نے خود اپنے لوگوں کی مذمت کی اور پیارے آقا سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتِ شان کا اقرار کیا۔ اس سلسلہ میں مولانا عمرین محفوظ رحمانی سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ لکھتے ہیں:

''ہر قسم کی اشتعال انگیزی سے بچتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت وسیرت کو بہترین انداز اور اچھے اسلوب میں اس طور پر پیش کیا گیا کہ نہ صرف وہ نفرت انگیز ٹرینڈ کا جواب بن گیا بلکہ اسلام کی دعوت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعارف کا وسیلہ بن گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شخصیت وتعارف پر مشتمل جوابی ٹرینڈ کا یہ فائدہ کیسا خوش آئند اور مسرور کن ہے کہ ہمارے غیر مسلم بھائیوں اور بہنوں نے بھی اس کی پذیرائی کی، اور اپنی خوشی اور تاثر کا اظہار کیا۔ نمونے کے طور پر چند انگریزی اور ہندی ٹویٹس کے ترجمے دیئے

جارہے ہیں جن کو پڑھ کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ غیر مسلم بھائیوں اور بہنوں پر اس کا کیا اثر ہوا؟ آدتیہ مینن لکھتے ہیں: ہندوتوا عناصر کی طرف سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخانہ ٹیگ چلائے گئے، لیکن مسلمانوں نے اس کا مثبت طریقے سے جواب دیا، نفرت کرنے والوں کے لئے بہترین جواب اخلاق ہیں، جس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے ہیں۔ سنگھ مترا لکھتی ہیں: ہندوتوا بریگیڈ! جب آپ مشتعل ہوتے ہو تو نفرت پھیلاتے ہو، آج تم نے مسلمانوں کو مشتعل کیا لیکن انھوں نے محبت کو پھیلا دیا، انہوں نے ظاہر کردیا کہ اسلام امن پسند ہے۔ آریہ سریواستو کا کہنا ہے: بی جے پی آئی ٹی سیل کا شکریہ! ایک غیر مسلم ہونے کی حیثیت سے میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی بھی خوبصورت پیغام نہیں جاسکتا تھا، اگر آپ مجھے نہ اکساتے۔ یہاں آپ کے لئے ایک پیغام ہے" اللہ رحیم ہے ان لوگوں کے لئے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔ پوجا ناگر کا یہ تاثر اور مشورہ بھی پڑھ لیجیے: پیغمبر صاحبؐ پر اعتراض کرنے والے لوگوں کو میرا مشورہ ہے کہ اگر آپ انسان بن کر ان کی سوانح ایک بار بھی پڑھ لیں گے تو نفرت کرنا بھول جائیں گے۔ (ہم سنگھی میڈیا کے شکرگزار ہیں: مضمون سے ماخوذ)

بہرحال نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک ساری انسانیت کے لئے رحمت ہے

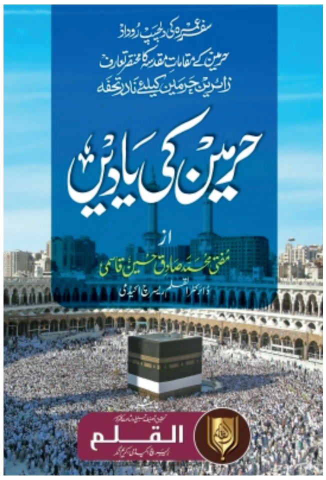
،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات ساری انسانیت کے لئے ہے،آپ ساری انسانیت کے نبی اور خاتم النبیین ہیں۔ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کریں ،ان کے اخلاق وکردار کو اپنا ئیں،ان کی مبارک سیرت کو زندگی کا حصہ بنا ئیں،اندھیروں میں بھٹکتی انسانیت کو ان کی تعلیمات کی روشنی میں لانے کی فکر کریں،اپنی خداداد صلاحیت کو صحیح استعمال کر کے ان کی سیرت کو عام کرنے کی کوشش کریں،بالخصوص نوجوان اپنی زندگی کو سمجھیں ،فضول اور لایعنی چیزوں سے باز آجائیں اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق خود کو ڈھال کر سارے عالم میں تعلیماتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمبردار بن جائیں،بلاشبہ انسانیت پیاسی ہے،اور دنیا کی نگاہیں منتظر ہیں کہ کوئی آئے تو سہی جو انہیں صحیح راستہ دکھائے،دلوں کا سکون نصیب ہوجائے،اس کے لئے ہمیں کمر بستہ ہونا ضروری ہے،اپنے اپنے میدان میں رہتے ہوئے خاموش انداز میں سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اخلاق وکردار کے پاکیزہ وخوبصورت جوہر سے آراستہ ہو کر پیش کرنا ہے۔ہم بتائیں کہ ہم وہ مسلمان ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں اور ان کی ذاتِ بابرکت کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر سکتے ہیں،تم نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں جانا،ان کے لاتعداد احسانات کا اندازہ تمہیں نہیں،ان کی بے پناہ محبتوں کا تمہیں علم نہیں،انسانیت کے لئے ان کے دکھ ودرد کو تم نے سمجھا نہیں ،آؤ ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے ہیں۔۔۔۔

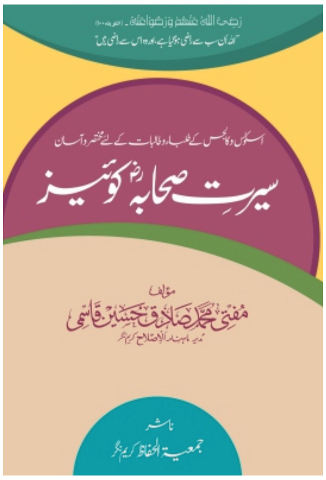
اک پل کے لئے دنیا میں کہیں توہینِ نبی منظور نہیں

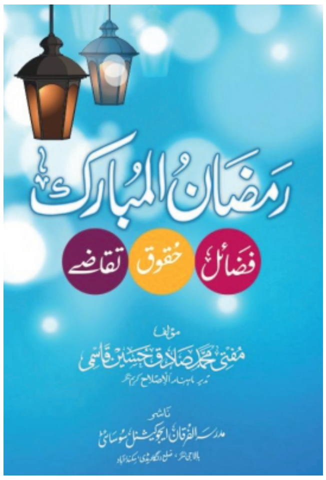
آقا کے سپاہی زندہ ہیں، آقا کے فدائی زندہ ہیں

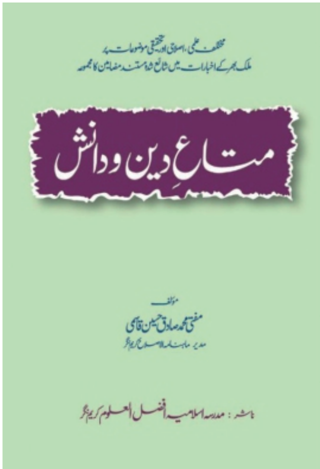
زندہ ہیں خدامِ دینِ مبیں، توہینِ نبی منظور نہیں

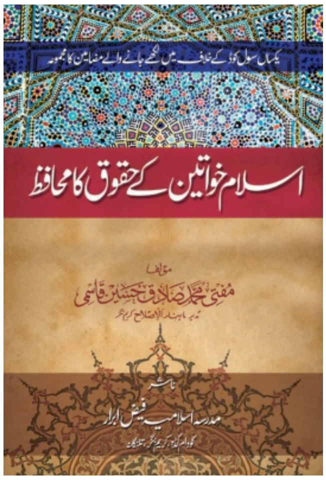
مؤلف کی دیگر کتابیں

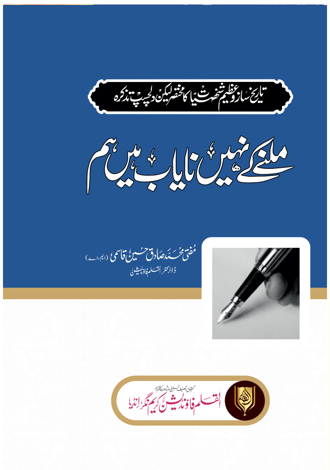












تحقیق وتصنیف،تبلیغ واشاعت کا مرکز
القلم فاؤنڈیشن کریم نگر، انڈیا
AL QALAM FOUNDATION
KARIMNAGAR, INDIA
9700244072, 9704707491